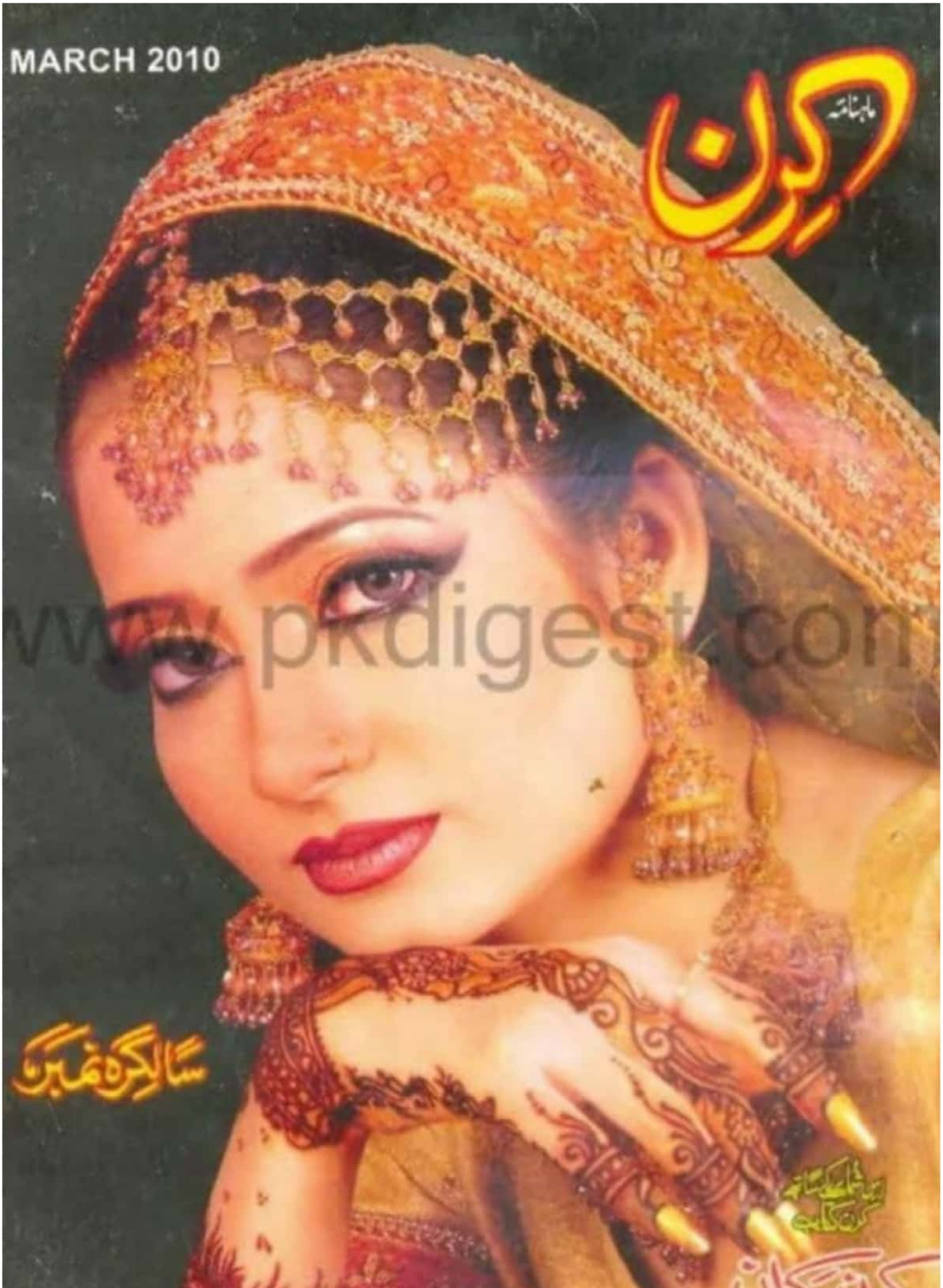
MARCH 2010
ماہنامہ
کرن
سالگرہ نمبر
کرن پکوان

سالگرہ نمبر

digest novels lovers group

نادیہ امین

احساس گناہ

مکمل ناول

کمرے کا دروازہ کھول کر کوئی اندر چلا آیا تھا وہ جو مضطرب سا کمرے میں ادھر ادھر ٹہل رہا تھا دروازے کے ہینڈل کھلنے کی آواز پر رک کر اپنی نظریں آنے والے پر جما چکا تھا۔ اس پل اس کی آنکھوں میں ایک الجھن آمیز حیرانی در آئی تھی۔ وہ یک ٹک اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

آنے والی لحہ بہ لحہ اس کے قریب آ رہی تھی قریب آ کر وہ اس سے دو فٹ کے فاصلے پر رک گئی تھی۔ وہ ایک عورت تھی یا ایک لڑکی اس کا اندازہ وہ کر نہیں پایا تھا وہ ایک سفید چادر اوڑھے مکمل طور سے اپنے جسم کو چھپائے ہوئے تھی۔ اس نے چہرہ ڈھانپا ہوا نہیں تھا وہ اس کے چہرے پر نظریں جمائے اسے شناخت کی کوشش کرنے لگا لیکن ذہن پر انتہائی دباؤ ڈالنے کے باوجود اسے پہچان نہیں پایا تھا۔ شدید حیرانی اسے تب ہوئی جب وہ بولی۔

"اپنی شرٹ اتارو۔" وہ آنکھیں پھاڑے اس کے چہرے کو دیکھنے لگا۔ جو کچھ ہو رہا تھا وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا۔

"اپنی شرٹ اتارو۔" اس نے سپاٹ آواز میں ایک بار پھر حکم دیا تھا۔ اس کے ہاتھ غیر ارادی طور پر اپنی شرٹ کے بٹن کی طرف بڑھے تھے لیکن اس کی نظریں ہنوز اس لڑکی کے چہرے پر ہی تھیں۔ اس کے ہاتھ تیزی سے بٹن کھولنے میں مصروف ہو گئے تھے عورت نے رخ پھیر کر کسی کو آواز دی تھی۔ وہ ہنوز پشت کیے کھڑی تھی اس کے پکارنے پر ایک آدمی چلا آیا تھا۔

"اسے کپڑے دو اور یہیں رہو جب تک کہ یہ چینج کرے۔" یہ کہتے ہی وہ کمرے سے نکل گئی۔

لاؤنج کے صوفے پر بیٹھی وہ رسالہ دیکھ رہی تھی لیکن اس کا ذہن بدستور آئندہ پیش آنے والے واقعات کے تانے بانے بن رہا تھا۔

"وہ کپڑے چینج کر چکا ہے۔" سلیم نے باہر آ کر بتایا۔ وہ ایک بار پھر اٹھ کر کمرے میں آئی۔ اس کے چہرے پر اسے ناگوار تاثرات بخوبی دکھائی دے رہے تھے جسے نظر انداز کر کے وہ کہنے لگی۔

"شوز اتارو۔" ایک خاموش نگاہ ڈال کر وہ شوز اتارنے لگا شوز اتار کر اس نے اس کی طرف پھینکے تھے اس کی اس حرکت پر اس عورت نے کوئی رد عمل ظاہر نہیں کیا تھا۔ اتنے بڑے دھچکے کے بعد اتنا احتجاج اس کا حق بنتا تھا۔

"گھڑی اتارو۔" ایک قہر آلود نگاہ دونوں پر ڈالتے وہ گھڑی اتار کر پھینکنے لگا تھا کہ وہ یکدم چلائی۔

"پھینکنا مت۔" اس کی آواز پہ وہ رک گیا تھا اور پھر

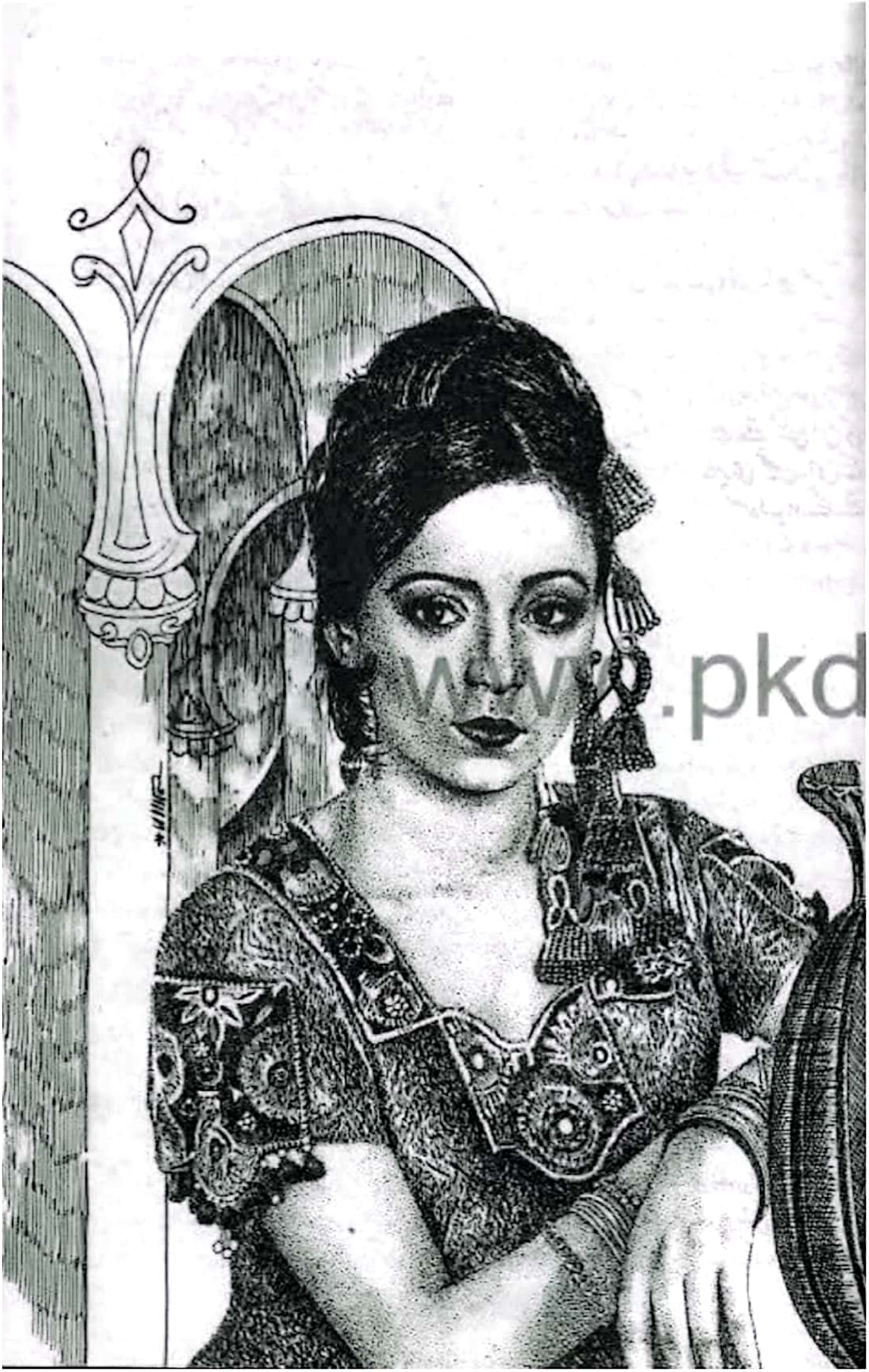

گھڑی اس نے بیڈ پر اچھال دی تھی۔

اس کا موبائل فون وہ پہلے ہی چھین چکے تھے۔ اسے شدید حیرت ہو رہی تھی کہ آخر اسے یہاں لایا ہی کیوں گیا ہے۔ اگر اسے پیسوں کے لیے اغوا کیا گیا تھا تو پھر یہ سب کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ آخر وہ اس کے ساتھ کیا کرنا چاہتے ہیں۔ سب چیزیں بیگ میں ڈال کر سلیم لے گیا۔

"کیوں لایا گیا ہے مجھے یہاں۔" اس نے اس عورت سے کہا تھا۔ لیکن اس نے جیسے اس کی بات سنی ہی نہ تھی وہ چند قدم بڑھا کر کھڑکی کے پاس گئی تھی پردے کھینچ کر اس نے کھڑکی کھول دی تھی کھڑکی کی گرل سے تازہ ہوا کے جھونکے اندر آئے وہ بغیر پلکیں جھپکائے باہر کے نظاروں میں جیسے کھو سی گئی تھی۔

"مجھے یہاں کیوں لایا گیا ہے۔" اب کی بار وہ چیخا تھا۔ لیکن وہ ہنوز خاموش تھی۔ اس نے باہر کی جانب قدم بڑھائے۔

"باہر تمہارے لیے موت کھڑی ہے۔" عورت کی پرسکون آواز اس کے بڑھتے قدموں کی رکاوٹ بن گئی تھی۔ وہ پلٹ کر پھر سے چند قدم طے کر کے اس کی طرف آیا تھا۔

"آپ کیوں لائے ہیں مجھے یہاں۔" اب کی بار اس کے چہرے اور آواز سے چڑچڑاپن جھلکنے لگا تھا۔

"میں نے ہمیشہ تم پر رشک کیا ہے تم بہت خوش قسمت ہو۔" لڑکی کی مدھم آواز اس کے آس پاس بکھر گئی تھی۔ اپنی بات کے جواب میں اس کی بے سروپا بات اسے مزید الجھن میں ڈال گئی۔ وہ آنکھوں میں حیرت اور الجھن لیے چپ چاپ اسے سننے لگا۔

"لوگ اپنے لیے جیتے ہیں میں تمہارے لیے جیتی رہی۔" اس کی بات نے اسے جھٹکوں کی زد میں لا پھینکا تھا۔

"لوگ اپنے لیے زندگی گزارتے ہیں اور میں تمہارے لیے زندگی گزارتی رہی۔ بہت محنت کی ہے میں نے تمہارے لیے۔ تم نے محبت میں لوگوں کو دن رات محنت کرتے دیکھا ہوگا لیکن نفرت میں دن رات محنت کرتے تم دنیا کی پہلی لڑکی کو دیکھ رہے ہو گے۔" اسے جھٹکا لگا تھا۔

"نفرت" جبکہ میں اسے جانتا تک نہیں۔" اس کی بات نے اسے سوچوں کے لامتناہی سلسلے میں ڈال دیا تھا۔

"تم نے محبت میں کسی لڑکی کو دن رات محنت کر کے بلند مقام حاصل کرتے دیکھا ہوگا لیکن نفرت میں کسی لڑکی کو دن رات محنت کر کے بلند مقام کے ذریعے کسی لڑکے کے حصول کو تم پہلی بار دیکھو گے بہت محنت کی ہے میں نے تمہارے لیے۔" ایک گہری مدھم سانس خارج کرتے ہوئے اس نے مدھم آواز میں کہا۔

"لوگ اپنی زندگی بہتر بنانے کے لیے جدوجہد کرتے ہیں اور میں تمہاری زندگی کو ایک رخ دینے کے لیے جدوجہد کرتی رہی ہوں۔

لوگ اپنے بہتر مستقبل کے لیے پڑھتے ہیں میں نے تمہارے لیے پڑھا۔ میں دن رات پڑھتی رہی صرف تمہارے لیے۔ میں ایک اچھی پوسٹ پر فائز ہوئی تمہارے لیے تمہارے لیے میں نے جائز ناجائز کمایا۔ کتنی طاقت ہے اس نفرت میں۔ کون کہتا ہے کہ محبت بڑی طاقت ہے اگر محبت بڑی طاقت ہوتی تو مجنوں اپنے جسم پر پتھر نہ سہتا۔ اگر محبت میں طاقت ہوتی تو دنیا کے تمام عاشق نامراد نہ ہوتے۔ تمہیں اندازہ ہو جائے گا اس کا۔ پچھلے گیارہ سالوں سے میں میں نہیں رہی تم بن گئی ہوں۔ تم نے محبت میں بھوک پیاس مٹتے' نیند نہ آتے بہت سے لوگوں کو دیکھا ہوگا لیکن نفرت میں بھوک پیاس مٹتے نیند کو ترستی عورت کو پہلی بار دیکھ رہے ہو گے ان گیارہ سالوں میں میری سوچ' میرے الفاظ' میرے ذہن' میرے دل ہر جگہ ہر پل تم ہی تم تھے۔ اٹھتے بیٹھتے کھاتے پیتے چلتے پھرتے کالج یونیورسٹی گھر' بازار ہر جگہ ہر پل میں نے تمہیں سوچا ہے۔ تم نے محبت میں کسی کو محبوب کا انتظار

کرتے دیکھا ہو گا لیکن نفرت میں اتنا طویل انتظار کرتے تو پہلی عورت دیکھ رہے ہو گے۔"

"کیا کیا ہے میں نے؟" اتنی دیر میں ادا شدہ یہ پہلا جملہ تھا جو اس کے لبوں سے پھسلا تھا۔ لیکن وہ تو جیسے اسے سن ہی نہیں رہی تھی۔

"بہت انتظار کیا ہے میں نے تمہارا۔" اس کے سینے سے ایک طویل گہری سانس خارج ہوئی تھی۔

"تمہارے لیے میں نے محبت کی۔ میں نے ایک لڑکی کو جھوٹی محبت کے جال میں پھنسایا۔ دھوکہ دیتی رہی میں اسے تمہارے لیے میں نے بہت جھوٹ بولے۔ تمہارے لیے گناہ گار بنی میں ان گیارہ سالوں میں تم نے مجھے بے پناہ اذیت دی۔ اب تم اذیت سہنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ ناؤ یور ٹرن۔" وہ اس کی پشت پر نظریں جمائے ان گیارہ سالوں میں اس عورت سے ہونے والی کسی بھی ملاقات کو یاد کرنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن ذہن میں کہیں بھی کوئی یاد نہ لہرا سکی تھی جس سے ثابت ہوتا کہ وہ اس عورت سے مل چکا ہے۔ یقیناً" اس عورت کو کوئی غلط فہمی ہوئی تھی اس نے اس عورت کی غلط فہمی رفع کرنا چاہی۔

"دیکھو تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے میں تم سے کبھی نہیں ملا تو۔"

"ان گیارہ سالوں میں، میں دنیا سے قطع تعلق کر کے صرف تمہارے لیے جیتی رہی اب تم دنیا سے قطع تعلق کر کے میرے لیے جیو گے۔ یہاں اس گھر میں جہاں تم اپنی صورت، چند باڈی گارڈز اور میرے سوا کسی کو نہیں دیکھ سکو گے۔ حتیٰ کہ آسمان بھی نہیں، باہر کی کھلی فضا میں سانس نہیں لے سکو گے۔ اب تم یہاں اس کمرے میں اپنی بقیہ زندگی گزارو گے جس طرح میں نے بند کمرے میں سات مہینے گزارے تھے۔" اس کی بات سامنے کھڑے بندے کو تپا گئی تھی۔

"کیا کیا ہے میں نے آخر جو تم یہ بکواس کیے جا رہی ہو۔" وہ چلا اٹھا تھا۔

"تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے میں۔۔۔"

ایک بار پھر کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے وہ مدھم لہجے میں بولی۔

"مجھے غلط فہمی نہیں ہوئی ہے کلیدان۔" اس کے منہ سے اپنا نام سن کر تو وہ جیسے سناٹے میں آ گیا تھا۔

"کیا ہے یہ۔" وہ گہری سوچ میں پڑ گیا۔ اب وہ سنجیدگی سے اس لڑکی کے نقوش کو یاد کرتے ہوئے ذہن پر زور ڈالتے ہوئے خود کو یاد دلانے کی کوشش کرنے لگا کہ آیا وہ اسے جانتا ہے کہ نہیں۔

"تم بہت خوش قسمت ہو کہ میں نے اپنی زندگی تمہارے نام کر دی تھی اب تم اپنی زندگی میرے نام کرو گے بطور سزا۔" وہ ایک بار پھر پرسکون لب و لہجے میں کہہ گئی تھی۔

"آج شام چھ بجے ہمارا نکاح ہے۔ تیار رہنا مینٹلی۔" اس کی دھیمی اور سپاٹ آواز اس کے سکون کو غارت کر گئی تھی۔ یکدم اس نے اپنی آنکھیں کھولی تھیں۔

"کیا کہا تم نے کس کا نکاح۔" تعجب سے کہتا وہ ایک بار پھر سے سن کر اپنے کانوں سنی بات کی تصدیق چاہ رہا تھا۔

"میرا اور تمہارا نکاح آج شام چھ بجے۔" وہ رخ پھیر کر جانے لگی تھی جب وہ چیخا تھا۔

"میں کسی ایسی عورت سے نکاح ہرگز نہیں کروں گا۔ جو اس قدر لوز کریکٹر ہو کہ کسی بھی مرد کو اٹھا کر زبردستی اس سے نکاح کرے اس کام کے لیے کسی اور کو اٹھواؤ۔" اس کی بات کے جواب میں وہ اسی مدھم انداز میں بولی تھی۔

"شام چھ بجے، نکاح یا موت۔ دونوں میں سے ایک منتخب کر لو۔ تمہاری چوائس کیا ہے یہ مجھے چھ بجے بتاؤ گے۔"

"ٹھیک ہے چھ بجے آ جانا مجھے مارنے۔" اس نے غصے سے بھڑکتے ہوئے کہا تھا۔ وہ اس پر ایک خاموش نگاہ ڈال کر جاتے جاتے کہہ گئی تھی۔

"چھ بجے ملاقات ہوگی۔" اور اس نے دروازہ بند کر دیا تھا۔ جبکہ اندر وہ اسے بے تحاشا گالیاں دینے لگا تھا۔

☆ ☆ ☆

وہ بیڈ پر چت لیٹا پر سوچ نگاہوں سے چھت کو تکے جا رہا تھا۔ جب کمرے کا دروازہ کھول کر وہ اندر آئی۔ دھیرے دھیرے قدم اٹھاتی وہ بیڈ کی پائنتی سے کچھ فاصلے پر رک گئی تھی۔

"کیا سوچا ہے تم نے۔" اس کی آواز پر وہ ناگواری سے زہرخند لہجے میں بولا۔

"کیا سوچنا۔"

"نکاح یا موت۔" اس کی بے تاثر آواز اس کے رگ وپے میں سنسنی دوڑا گئی تھی۔ کچھ پل کے لیے خاموشی چھائی رہی تھی جسے بالآخر اس لڑکی کی آواز نے توڑا تھا۔

"یاد ہے تمہیں کلیدان آج سے گیارہ سال پہلے تم نے کیا کیا تھا میرے ساتھ۔ تمہیں بھلا کیسے یاد ہوگا صرف میں ہی نہیں نہ جانے کتنی ہوں گی جو تمہارا شکار بنی ہوں گی کتنوں کی زندگی تم نے برباد کی ہوگی۔ ان برباد شدگان میں میں بھی ہوں کلیدان۔ یاد کرو وہ دن جب تم نے پندرہ برس کی لڑکی کی زندگی میں سیاہی گھول دی تھی۔ اس کی قسمت کو کالی سیاہی کی طرح بدنما بنا دیا تھا۔ تمہیں کیوں یاد آئے گا ایک چہرہ نہیں ایک زندگی نہیں جو تمہارے ہاتھوں ذلیل وخوار ہوئی ہو۔ ایسا کرتے وقت تم یہ کیوں بھول گئے کہ ہر ایک بھول جانے والی نہیں ہوتی۔ ہر عورت چپ ہو جانے والی نہیں ہوتی۔ میں چاہوں تو تمہیں مار کر اپنی برسوں کی اس لگی جلتی آگ کو ٹھنڈا کر سکتی ہوں لیکن ایسا ہونے کی صورت میں تم عبرت حاصل نہ کر پاتے میں تمہیں پل پل کی موت ماروں گی جس طرح تم نے مجھے پل پل کی موت مارا ہے۔ تم بھی اسی طرح سسکتے ہوئے زندگی گزارو گے جس طرح میں نے گزاری ہے۔" اس کا آگ برساتا لہجہ اس کے جسم میں گردش کرتے خون کے تسلسل کو بڑھا گیا تھا۔ اب اس کی نظریں لڑکی کے چہرے پر جم گئی تھیں۔ اس نے بغور دیکھا لیکن اس کا چہرہ اسے یاد نہ آسکا۔ لیکن پندرہ برس کی عمر اور جس بربادی کا وہ کہہ رہی تھی اسے وہ سب یاد آیا تھا لیکن وہ یاد اب اتنی خوشگوار ہرگز نہ تھی کہ اس کے چہرے پر ازلی سکون و طمانیت برقرار رہتی۔ اس کے چہرے پر بے سکونی پھیلی تھی یہ سوچ کر نہیں کہ وہ لڑکی کے کہے الفاظ پر شرمندگی محسوس کر رہا تھا بلکہ آنے والے حالات سے متعلق پریشانی دوچند ہوگئی تھی۔ اب تک وہ یہی تصور کر رہا تھا کہ لڑکی کسی قسم کی شدید غلط فہمی کی شکار ہے لیکن اب سب کچھ یاد دلانے کے بعد اسے یقین ہو گیا تھا کہ لڑکی نے صحیح مجرم کو پکڑا ہے۔

نفس پرست انسان بہت کمزور ہوتا ہے وہ دنیا کی خواہشوں سے منہ نہیں موڑنا چاہتا اور عیش سے جینے کے لیے اور بھی زیادہ جینے کی آرزو کرنے لگتا ہے۔ وہ جوانی میں نہیں مرنا چاہتا تھا خود کو مروانے میں عقلمندی نہیں تھی مسئلے کو حکمت عملی سے بھی طے کیا جا سکتا تھا۔ وہ اس وقت ایسا ہی سوچ رہا تھا۔ نکاح سے اس کا کچھ بگڑنے والا نہ تھا۔ لڑکی کو بہلا پھسلا کر وہ یہاں سے ہمیشہ کے لیے فرار ہو سکتا تھا اس کا ذہن تیزی سے کڑیاں ملانے لگا تھا۔

"اس نکاح سے مجھے کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ لیکن تمہیں بھی کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ پھر اس سب کا مطلب۔" اس نے اب کی بار سخت لہجہ اپنانے سے گریز کیا تھا۔ وہ دھیرے دھیرے چلتی دروازے کے قریب پہنچی اور پھر پلٹ کر بولی۔

"کس کو فائدہ کس کو نقصان ہوگا اس کا فیصلہ تو وقت کرے گا لیکن فی الحال اس سے تمہیں نقصان ہی ہوگا۔" ایک ایک لفظ پر زور دیتی وہ براہ راست اس کے چہرے پر نگاہیں گاڑ کر بولی تھی۔ کلیدان کو محسوس ہو رہا تھا کہ قدرت نے اس لڑکی کی آواز میں زبردست تاثیر رکھی ہے۔ مقابل کو توڑ دینے والی۔

وہ لڑکی جس مرد سے ہمکلام تھی وہ اس کی پر تاثیر آواز کے سحر میں کھو گیا تھا۔ اس وقت اس کی زبان سے نکلتے الفاظ کے مفہوم پر اس مرد کا دھیان ہی نہ تھا۔ وہ تو بس اس کی آواز کے سحر میں ڈوبا اپنے کانوں کو تراوٹ بخش رہا تھا۔ سامنے کھڑی اس عورت کو اگر اس بات کا اندازہ ہو جاتا تو شاید وہاں اس قدر سناٹا اور سکون نہ ہوتا جس قدر رائج تھا۔ وہ عورت اس کو موت کے گھاٹ اتار دینے میں ایک منٹ کی بھی تاخیر نہ کرتی اس کے گندے خیالات صرف اسی تک محدود تھے۔ ان کی پہنچ اس عورت تک نہ تھی ورنہ وہاں اس وقت حالات کچھ اور ہوتے۔ جاتے جاتے وہ پلٹ کر بولی تھی۔

"اب فیصلہ تم کرو گے۔"

☆ ☆ ☆

نکاح ہو گیا تھا۔ سائن کرتے وقت وہ بالکل ریلکس تھا۔ نکاح کے بعد جب وہ اس کے پاس آئی تو وہ نہایت ناگوار انداز میں بولا تھا۔

"اس نکاح سے تمہیں کیا ملے گا۔"

"اپنے بیٹے کا مستقبل۔" اس کے الفاظ تھے یا بم جو اس کے پرخچے اڑاتے چلے گئے تھے۔

"بیٹا۔" اس کی زبان ہکلانے لگی تھی۔

"ہاں بیٹا۔ تمہارا بیٹا۔" ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے وہ بولی۔ اس نے دیکھا کلیدان کا چہرہ غصے سے لال بھبھوکا ہو رہا تھا۔

"کسی اور کی اولاد مجھ پر مت تھوپو۔" وہ چلایا تھا۔

"کسی اور کے گناہ کو میرے کھاتے میں مت ڈالو۔ میں ہی تمہیں ملا ہوں ایرا غیرا۔"

"وہ تمہارا ہی خون ہے۔ تمہارے ماننے یا نہ ماننے سے مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہاں فرق پڑتا ہے تو تمہیں یا تمہارے بیٹے کو۔ تم اس کے باپ ہو۔ یہ حقیقت جھٹلا نہیں سکتے تم۔ یوں چلاؤ مت۔ وہ تمہارا ہی بیٹا ہے اور یہ حقیقت ہے اٹل حقیقت۔ وہ تمہارا

عمیرہ احمد

کے دو خوبصورت ناول ایک ساتھ

ایمان، امید اور محبت

اور

حاصل

قیمت: -/200 روپے

ڈاک خرچ: -/30 روپے

بذریعہ ڈاک منگوانے کے لئے

مکتبہ عمران ڈائجسٹ

37 اردو بازار، کراچی۔ فون: 2216361

ہمارے اسٹاکسٹ

لاہور

سلطان نیوز ایجنسی، اخبار مارکیٹ

عظیم اینڈ سنز، اردو بازار

مشتاق بک کارنر، اردو بازار

اسلامی کتب خانہ، اردو بازار

راولپنڈی

اشرف بک ایجنسی، کمیٹی چوک، اقبال روڈ

گندا خون ہے۔ وہ بھی تمہارے جیسا ہی ہو گا کیونکہ اس کے جسم میں جو خون دوڑ رہا ہے وہ ہر احترام و تعظیم سے نابلد ہے۔ وہ موروثی بیماری اس میں بھی ہو گی جو تم میں ہے۔" اس کے طنزیہ لب و لہجہ پر وہ بھڑک اٹھا تھا۔

"جسٹ شٹ اپ تم کیا ہو۔ ان گیارہ سالوں میں کیا کچھ کرتی رہی ہو گی تم۔ تم خود بھی......"

اس کی بات کاٹ کر ایک بار پھر سے وہ پرسکون لہجے میں کہنے لگی۔

"تمہارے بیٹے سے مجھے کوئی لینا دینا نہیں ہے۔ تمہارے تصور سے مجھے نفرت ہے تو تمہارے خون سے کس قدر نفرت ہو گی اس کا اندازہ تمہیں نہیں ہو سکتا۔ مجھے انتظار ہے چند سالوں کا۔ جب تمہارا بیٹا تمہارے سامنے میری حمایت میں کھڑا تمہیں ذلیل و خوار کرے گا جب اسے پتا چلے گا کہ کس طرح اسے ناجائز اولاد کے طعنے سے بچانے کے لیے میں نے عظیم قربانیاں دے کر اسے باپ کا نام دیا۔ تو اس احسان کے بدلے وہ کس طرح تمہارے منہ پر تھوکے گا یہ تم اس وقت دیکھ لو گے۔

مجھے انتظار ہے اس وقت کا جب تمہارا خون ہی تمہاری جان کا دشمن بن بیٹھے گا۔ میں تمہیں بتاؤں گی کہ گناہ کی صورت میں پیدا شدہ اولاد کس طرح فتنہ بن جاتی ہے۔ تمہاری موت تمہارے بیٹے کے ہاتھوں ہو گی وہ موت جسمانی نہیں ہو گی ذہنی ہو گی اذیت دے دے کر مرواؤں گی میں تمہیں۔" وہ کتنی سفاک لڑکی تھی اس کا اندازہ اس کے لبوں سے نکلنے والے ایک ایک لفظ سے ہو رہا تھا۔ وہ تیزی سے قدم بڑھاتا اس کے قریب آنے لگا اس وقت اس کی حالت اس جنونی کی سی ہو رہی تھی جس کے سر پر خون سوار ہوتا ہے۔

"رک جاؤ۔" وہ اسے گالیاں دینے لگا۔

"میں نہیں مانتا۔ وہ میرا بیٹا نہیں ہے۔" وہ چلایا۔

"مان جاؤ گے۔ مان جاؤ گے۔" دھیرے سے کہتے وہ سر ہلاتے اٹل انداز میں مخاطب ہوئی تھی۔ سلیم نے اسے گالیاں بکتے دیکھا تو اسے مارنے کے لیے لپکا جسے وہ یکدم روک چکی تھی۔

"رہنے دو۔ اس وقت اسے جو مار پڑ رہی ہے وہ اس کے لیے کافی ہے۔ ضمیر کی مار ہی اسے مارے گی۔" وہ چلی گئی جبکہ اس کی گالیاں دروازے تک اس کے کانوں میں پڑتی رہی تھیں۔

اس کے دل و دماغ میں ایک پرسکون لہر دوڑ گئی تھی۔ بنجر زمین پر برسات نے جل تھل کر دی تھی صدیوں کی پیاس ختم ہو کر تشنگی کے ہر احساس کو مٹا گئی تھی اسی دن کے تو خواب دیکھے تھے اس نے' پندرہ برس کی عمر میں رنگین تتلیوں کے بجائے ایک تڑپتے چلاتے آہ و زاری کرتے مجرم کو تتلی کی مانند مٹھی میں قید کرنے کے خواب اس کے اور عام لڑکیوں کے خوابوں میں کتنا فرق تھا یہ فرق مجرم نے خود پیدا کیا تھا۔

☼ ☼ ☼

"اے اللہ میں اسے معاف نہیں کر سکتی۔ اس نے مجھ سے میرا سب کچھ چھینا' میں اسے کیسے معاف کر سکتی ہوں کہ اس کے چہرے پر پچھتاوے کی ہلکی سی لکیر بھی نہیں ابھری اے اللہ تو کیوں ڈھیل دے رہا ہے اسے کیوں نہیں تو نے اس کی لگامیں کھینچیں گناہ کے بعد بھی اس کے چہرے پر سکون کیوں بکھرا نظر آتا ہے۔ یہ ناانصافی کیوں ہے۔ اس پر کوئی عذاب کیوں نہیں آتا۔ اسے بے سکونی کیوں نہیں دیتا تو اس کے چہرے کو مکروہ بنا کر اسے زمانے کے لیے عبرت کیوں نہیں بناتا۔ تو نے اسے صحیح سلامت کیوں رکھا ہے۔

میرے دل میں اس کے لیے رحم کا جذبہ نہیں ابھر سکتا۔ میں اسے معاف نہیں کر سکتی۔ میں کتنی بے بس ہوں۔" اس کے آنسوؤں سے اس کا دامن بھیگ گیا تھا کہ "جس سے بے تحاشا نفرت کرتی ہوں اس کی بیوی ہوں۔ اپنے کیے کو بھگتنے کے لیے اسے یہ سزا دینی ضروری تھی۔ اسی نے مجھے داغدار کیا تھا۔ وہی اپنے بھگتان کو بھگتے۔ آج نکاح نامے پر سائن کرتے وقت

اس کے چہرے پر سکون تھا میرا دل بہت شکوہ کناں ہے۔ کیوں گناہ نے اس کے سکون کو غارت نہیں کیا۔ تو اس کی طمانیت میں آگ لگا دے۔ اسے اتنا ہی بے سکون کر دے جتنا اس نے مجھے کیا ہے۔" وہ اللہ سے دعا گو تھی اور آنسوؤں سے چہرہ تر تھا۔

☆ ☆ ☆

شروع شروع میں وہ بہت چیختا چلاتا تھا لیکن دھیرے دھیرے وہ خود کو پرسکون کر گیا تھا۔ اس نے سوچ رکھا تھا کہ وہ اسے اتنی اذیت بھری باتیں سنائے گا کہ تنگ آ کر وہ یا تو اسے چھوڑ دے گی یا پھر مار ہی دے گی۔ مرنے کو دل چاہتا نہ تھا۔ وہ پچھلے ڈیڑھ مہینے سے غائب تھی اس کی نگرانی کے لیے تسلیم، زرگل مامور تھے۔ وہ باری باری اس کے کمرے میں پہرہ دیتے۔ ایک ہی کمرے میں پڑے پڑے وہ اکتا گیا تھا۔ اسے رہ رہ کر گھر کا ایک ایک فرد یاد آتا۔ اس ذلیل لڑکی کے ہاتھوں اس کی ماں کتنا روئی ہو گی وہ سوچتا تھا۔

گھر میں سب اسے کتنا یاد کرتے ہوں گے وہ تڑپ اٹھتا تھا۔ کوئی بھی تو ذریعہ نہ تھا ان سے ملنے کا، بات کرنے کا، وہ بیڈ پر لیٹا ایک ایک کو یاد کر رہا تھا۔ ان یادوں نے اس عورت کے خلاف مزید دل میں نفرت و کدورت پیدا کر دی تھی۔ دونوں ہاتھ سر کے نیچے رکھے وہ سیدھا لیٹا چھت کو گھور رہا تھا۔ اسی اثنا میں وہ چلی آئی تھی۔ ڈیڑھ مہینے بعد اس کی صورت دکھائی دی تھی شدید نفرت کے احساس کے تحت اس نے اپنی آنکھیں موند لیں ـــــ وہ پلٹ کر دروازے سے نکل گئی۔ اس نے ایک بار پھر سے آنکھیں کھول دیں۔ لیکن سب کچھ پھیکا پھیکا لگنے لگا تھا۔ کچھ کمی سی محسوس ہوئی تھی۔ وہ دھیرے سے اٹھ گیا تھا۔

"وہ کیوں اتنی جلدی چلی گئی۔" اسے شدید غصہ آیا تھا۔

"کتوں کی طرح مجھے یوں ڈال کر خود دندناتی پھرتی ہے۔ میں لوز کریکٹر ہوں اور خود کیا ہے۔" وہ تنفر سے سوچ رہا تھا۔ ایک بار پھر کمرے کا دروازہ کھل گیا تھا وہ چلی آئی تھی۔ لیکن اب کی بار وہ اکیلی نہیں تھی۔ اس کے ساتھ کوئی اور بھی تھا۔ وہ دس برس کا لڑکا تھا۔ اسے دیکھ کر اسے ایک زبردست شاک لگا تھا۔

"مان جاؤ گے مان جاؤ گے۔" یہ فریب تھا دھوکہ تھا۔ نہیں یہ تو سچ ہی تھا جس کو دیکھنے کی اس میں مزید تاب نہ تھی۔ بیڈ پر بیٹھے اس نے اپنا سر جھکا دیا تھا۔ وہ بچہ ہو بہو اس کی تصویر تھا۔ اب کون اس حقیقت کو ماننے سے انکار کرے گا کہ وہ اس کا بیٹا نہیں ہے۔ گہری سوچ میں ڈوبا وہ اس حقیقت کو سختی سے جھٹلانے کی سعی کر رہا تھا۔ لیکن جھٹلانے سے حقیقت بدل نہیں جایا کرتی۔

"یہ تمہارے پاپا ہیں۔" اس لڑکی کے الفاظ پر یکدم اس نے اپنا سر اٹھایا تھا بچہ اسے دیکھ کر خوشی سے کھل گیا تھا اور پھر تیزی سے اس کی جانب آ کر اپنا ہاتھ اس کے گھٹنے پر رکھ کر بولا۔

"پاپا۔" اس نے اس کے چہرے کی طرف نہیں دیکھا تھا لیکن غیر ارادی طور پر اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر اس نے گردن دوسری طرف پھیر لی تھی۔ بستر پر رکھے دوسرے ہاتھ پر اپنی نظریں جمائے وہ استغراق کی کیفیت سے نکل نہیں پا رہا تھا۔

"پاپا۔" اب وہ اس کا ہاتھ ہلا کر اسے اپنی طرف متوجہ کرنا چاہ رہا تھا۔ لیکن وہ ساکت بنا بیٹھا تھا۔ وہ بار بار اسے پاپا پاپا کہہ کر اسے متوجہ کرنا چاہتا تھا لیکن وہاں مہیب خاموشی تھی۔

"جاؤ انکل تمہارے لیے آئسکریم لائے ہیں وہ لے لو۔" دور کھڑی لڑکی کی آنکھوں میں دھند تھی لیکن اس کی آواز صاف اور واضح تھی کسی قسم کے تاثر سے عاری۔ وہ آئسکریم کے لیے باہر کی طرف بھاگا تھا۔

"اب کہو گے کیا تمہیں یقین۔" اس کا چٹانی لہجہ پل بھر میں اس کی وحشت کو بڑھا گیا تھا۔ غصے سے مٹھیاں بھینچے وہ اٹھ کر اس کے پاس آتے ہوئے بولا۔

"ہاں ہے میرا بیٹا کیا کر لو گی تم میرا جس طرح تمہارے بیٹے نے دس گیارہ سال گزار لیے تو باقی کی زندگی کیوں نہیں گزار سکتے۔" وہ چلایا۔

"ہاں ہوئی تھی مجھ سے ایک بھول جو تمہاری جیسی گری پڑی سے۔" پھر رک کر ایک ایک قدم بڑھاتا وہ اس کے قریب آکر بولا۔

"جو خطا کی میں نے اس کی سزا تم دے چکی ہو مجھے۔ اب اور کیا چاہتی ہو مجھ سے۔" وہ ایک بار پھر چلایا تھا۔

"ہو کیا تم اپنی اوقات دیکھو۔" فخر و غرور کا بت چلا اٹھا تھا۔

"میں کیا ہوں اس کا اندازہ تمہیں ہو ہی رہا ہے۔ تم کیا ہو اس کا اندازہ تمہیں ہو جائے گا۔ اگر اپنے بیٹے سے تم نفرت کرو گے تو مجھے بے پناہ خوشی سے مالا مال کرو گے کیونکہ اپنے گناہوں میں ایک اور گناہ کا اضافہ کرو گے میں تمہیں جہنم کی آگ میں دہکتا ہوا دیکھنا چاہتی ہوں۔ وہی آگ میرے دل میں لگی آگ کو بجھا سکے گی۔ مجھے تم دونوں کی محبت سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ ہاں تم دونوں کی نفرت سے مجھے ضرور فائدہ ہو گا۔" اس کے الفاظ گرم سیسے کی طرح اس کے وجود کو پگھلانے لگے تھے۔ وہ جلد ہی خود کو پاگل ہوتا دیکھ رہا تھا۔

"میں نے اسے ہمیشہ خود سے دور رکھا کیونکہ یہ تمہارا بیٹا ہے۔" چند لمحے بعد وہ گویا ہوئی۔

"میں نے اس کا خیال رکھا کیونکہ یہ میرا بیٹا ہے۔" اس منطق کو وہ سمجھ نہ پایا تھا۔

"تم نے میرے اندر لمس کے ہر احساس کو ختم کر دیا۔ کیوں کیا تم نے ایسا۔" اس کے سوال نے اسے نظریں نیچی کرنے پر مجبور کیا تھا۔

"آج تک میں اسے کبھی اپنے قریب نہ لا سکی۔ تم نے میرے اندر کی ممتا کو موت کی نیند سلا دیا۔ کیوں کیا تم نے ایسا۔" وہ ایک بار پھر سراپا سوال بنی کھڑی تھی۔

"مجھے ہر لمس میں ایک ہی لمس دکھتا ہے مجھے اس لمس سے نفرت پیدا کروانے والے تم ہو۔ کیوں کیا تم نے ایسا۔" اس کی آنکھوں میں وہ موتی چمکنے لگے تھے۔

ان موتیوں نے ہر منظر کو دھندلا کر دیا تھا۔ کارپٹ کو پاؤں کے انگوٹھے سے کھرچتا وہ جیسے وہاں تھا ہی نہیں۔

اس نے سر اٹھا کر اپنے سے کچھ فاصلے پر کھڑی اس لڑکی کو دیکھا تھا پھر بنا کچھ کہے کھڑکی کی طرف بڑھا تھا۔ پردے ہٹا کر اس نے کھڑکی کے پٹ کھول دیئے تھے۔ تازہ ہوا اس کے چہرے سے ٹکرانے لگی تھی اس نے اپنی آنکھیں بند کر لی تھیں جبکہ وہ اس کے کمرے سے چلی گئی تھی۔

☆ ☆ ☆

آج اسے ماں کی بے تحاشا یاد آرہی تھی۔ دل میں بے چینی بڑھی تھی وہ عورت نہیں تھی پتھر تھی جس پر کوئی بھی بات، کوئی بھی جذبہ اثر نہ کرتا تھا۔ سلیم نے کھانا اس کے سامنے رکھ دیا تھا اس وقت اس کے چہرے سے بگڑے آثار واضح ہو رہے تھے۔ وہ طیش کے عالم میں چلا کر بولا تھا۔

"نہیں کھانا مجھے، اس ذلیل عورت سے کہو کہ یہاں آئے ورنہ میں خود کو مار ڈالوں گا۔ سمجھے تم۔" وہ چلا رہا تھا۔ اس کے شدید رد عمل کے جواب میں سلیم نے اسے بلایا تھا۔ وہ چلی آئی اسے دیکھتے ہی وہ خونخوار لہجے میں غرایا تھا۔

"بہت غلط کر رہی ہو تم۔ تم جو یہ کر رہی ہو یہ تمہیں بہت مہنگا پڑے گا۔" وہ دھمکی پر اتر آیا تھا۔

"کتنی بار کہوں کہ مجھ سے ایک غلطی ہو گئی۔ معاف کر دو، اب اور کیسے کہوں تمہیں۔" اب وہ پورے حلق سے چلا کر بولا تھا۔ وہ چپ چاپ اسے دیکھے جا رہی تھی۔ اس کے خاموش ہونے پر وہ بولی۔

"تم پچھتائے نہیں۔ تمہاری آواز سے تاسف، پچھتاوا کہیں ظاہر نہیں ہو رہا۔ غصہ جھنجلاہٹ ظاہر ہو رہی ہے۔ تم اپنے کیے پر نادم نہیں۔ تمہاری آواز میں نمی ہونی چاہیے۔ شدید ترین ندامت۔ دنیا جہاں کی شرمندگی، ملامت ہونی چاہیے۔ معافی ایسی نہیں مانگی جاتی۔ اس رب کے آگے گڑگڑاؤ۔ رو بار بار اس کے سامنے اپنے کیے پر ندامت ظاہر کرو۔ دل سے قبول نہیں کی تم نے اپنی غلطی۔ جو دل سے قبول کرتے ہیں ان کے چہرے پر یوں چین و آرام نہیں ہوتا۔ ان

کے چہرے پر خوف ہوتا ہے۔ تمہارے چہرے پر وہ خوف نہیں ہے۔ تم اپنے کیے پر نادم نہیں ہو۔ اس لیے اب اس کا تذکرہ مت کرو میرے سامنے۔" وہ پہلی بار قدرے تیز آواز میں بولی تھی۔ شدت جذبات سے اس کا چہرہ سرخ پڑ گیا تھا یوں لگ رہا تھا کہ اس کے سرخ پڑتے ہونٹ سے خون نکلنا شروع ہو جائے گا۔

"تو مار دو مجھے۔" وہ اس کے قریب آتے ہوئے بولا۔

وہ اس سے چند قدم پیچھے ہوئی۔

"تمہیں مار کر میں اپنی عاقبت خراب نہیں کروں گی۔ میں نے ہمیشہ ہر نماز میں تمہاری سلامتی کی دعائیں مانگی ہیں۔ کتنی تعجب خیز بات ہے کہ جس سے شدید نفرت ہو، جس کے لیے دل میں زہر ہی زہر بھرا ہو اس کی سلامتی کی دعا۔ تمہیں عبرت ناک سزا دینے کے لیے میں نے تمہاری سلامتی کی دعا مانگی ہے میں نے ہمیشہ یہ دعا کی ہے کہ تمہارے لیے میرے دل میں کبھی رحم کا جذبہ پیدا نہ ہو۔" وہ بے رحمی اور سفاکی سے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی۔

"جس دن میرے دل میں تمہارے لیے ذرا سا بھی رحم کا جذبہ بے دار ہوا اس دن یہ دل دھڑکنا بند کر دے گا۔" اس نے اپنے دل کی طرف اشارہ کیا تھا۔

وہ اس کے الفاظ کی چبھن محسوس کر رہا تھا۔ اس کی آخری بات پر اس مرد کی بے چینی بڑھ گئی تھی۔ نامعلوم سا خوف و احساس رگ و جاں کو مضطرب کر گیا تھا۔ کیوں اضطراب کی کیفیت پیدا ہوئی تھی وہ خود جان نہ سکا تھا۔ تب لاشعوری طور پر اس کی نظریں اس کے چہرے کا طواف کرنے لگی تھیں۔ دل میں پیدا شدہ اضطراب کو جیسے قرار آنے لگا تھا۔ یہ ان الفاظ کا اعجاز تھا یا اس کے روشن چہرے کا۔ اس نے اسے بغور دیکھا تھا۔

اس کی رنگت گندمی تھی اس کی آنکھیں عجیب سی ساحرانہ تھیں جو مقابل کو بالکل توڑنے کی صلاحیت رکھتی تھیں۔ اس کے چہرے میں بلا کی جاذبیت تھی۔ اس کا قد پانچ فٹ چھ انچ کے برابر تھا اس کا بدن متناسب تھا وہ حور پری نہ تھی وہ بہت حسین نہ تھی پر وہ نگاہ کو بہت حسین لگنے والی تھی۔ سامنے کھڑا مرد حسن پرست تھا سامنے کھڑی لڑکی عام سی تھی۔ اس حسن پرست کی نظریں اس کے چہرے پر سے ہٹنے کا نام نہیں لے رہی تھیں۔ اس کے دل کو کچھ ہونے لگا تھا۔

زین کئی بار اس سے ملنے آیا تھا ابتدا میں وہ صرف ہوں ہاں میں اسے جواب دیتا رہا تھا لیکن پھر وہ پتھر پگھل ہی گیا تھا۔ اس کی رگوں میں دوڑنے والا خون اسی کا تھا۔ خون جوش مارتا ہے۔ وہ بھی زیادہ غافل نہ رہ سکا تھا۔

آج سنڈے تھا وہ اسے لے آئی تھی۔

"زین آج تمہارے پاس رہے گا۔" اس کی آنکھوں میں استعجاب ابھرتے ہی اس نے اگلا جملہ داغا تھا۔

"وہ تمہارے پاس آنے کی ضد کر رہا تھا۔ میں اسے تمہارے پاس چھوڑ کر جا رہی ہوں۔ یہاں موجود افراد اس کے کچھ نہیں لگتے۔ وہ غیر ہیں تم اس کے باپ ہو۔ لیکن یہاں اس کی جان کو خطرہ غیروں سے نہیں اپنے باپ سے ہے۔ تم اسے مار بھی سکتے ہو لیکن مارتے وقت یہ سوچ لینا کہ یہ تمہارا بیٹا ہے۔ اپنے بیٹے کی آڑ میں تم یہاں سے بھاگ نہیں سکتے کبھی بھی نہیں۔ بعض وحشی درندے جانور ایسے ہوتے ہیں جو اپنی اولاد کو کھا جاتے ہیں۔ تم بھی وحشی درندے ہی ہو۔ تم بھی ایسا کرو گے۔ لیکن ایسا کرتے وقت یہ سوچ لینا کہ تم تب بھی اس گھر سے زندہ نہیں نکل سکتے۔ تم دنیا کے پہلے باپ ہو کہ جس کی تحویل میں اس کا بیٹا دیتے ہوئے اس کی ماں غیروں کو اس کی حفاظت پر مامور کرے گی۔" وہ طنزیہ نشتر چلاتی چلی گئی تھی جبکہ وہ ایک طویل گہری سانس لے کر اپنے پاس کھڑے زین کے ہاتھ کو ہولے سے دبا تا رہا پھر اسے بازو میں اٹھا کر گلے لگایا تھا اور پھر بے ساختہ اسے چومنے لگا تھا۔ اس کی طرف سے ہونے والی پیش قدمی نے زین میں بے تکلفی پیدا کر دی تھی۔ اسے شانوں پر جھلانے کے بعد اس نے ہاتھ سے پکڑ کر اسے واپس اپنی گود میں بٹھایا

تھا۔

"کون سی کلاس میں پڑھتے ہو۔" اس نے اس کے بالوں کو سہلانا شروع کیا تھا۔

"کلاس ففتھ۔" اس نے فخر سے جھٹ بتایا تھا۔

"کون سے اسکول میں۔" اس نے اپنے اسکول کا نام بتایا تھا جو شہر کا ایک بہترین اسکول تھا۔ اس دن اس نے اس کے ساتھ بہت سی باتیں کی تھیں۔ اس نے خود کو اس لڑکی کے حوالے کر دیا تھا اسے اس کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بن کر رہنا تھا کہ یہ اس کی قسمت میں لکھا جا چکا تھا اگر وہ قسمت کے لکھے کو مٹا دیتا تو وہ خود مٹ جاتا کیونکہ اس کی قسمت میں کچھ اور تھا۔

☼ ☼ ☼

وہ زین کو لینے آئی تھی لیکن وہ دونوں بے خبر گہری نیند سو رہے تھے سو وہ دوسرے کمرے میں زین کے جاگنے کا انتظار کرنے لگی۔ گہرے سیاہ بادلوں نے آسمان کو ڈھانپ لیا تھا کچھ ہی دیر میں بارش شروع ہو گئی تھی اگرچہ وہ جاگ گئے تھے پر اب تیز بارش کے باعث وہ نہیں جا سکتے تھے وہ بارش کے رکنے کا انتظار کرنے لگی زین ہنوز کلیدان کے پاس بیٹھا ہنس بول رہا تھا زین اس سے باہر لان میں جانے کی ضد کر رہا تھا چنانچہ تنگ آکر اس نے بازلہ کو بلایا جب وہ آئی تو وہ اسے دیکھ کر بولا تھا۔

"میں کچھ دیر کے لیے لاؤنج میں بیٹھنا چاہتا ہوں۔ تمہارے بیٹے کی خواہش پر۔" لفظ تمہارے نے اس کے تن بدن میں آگ لگا دی تھی۔

"کیا مطلب تمہارے، وہ تمہارا بیٹا ہے۔" اس نے سخت اور قطعی لہجہ میں کہا تھا۔

"تمہارا کہہ کر تم اپنے گناہ کو چھپا نہیں سکتے۔ خود کو اپنے کیے سے بری الذمہ قرار نہیں دے سکتے۔ ہزار مرتبہ لفظ تمہارا کہنے سے حقیقت بدل نہیں جائے گی۔ ہی از یور سن اینڈ ویٹ از فیکٹ۔" وہ دبی دبی آواز میں کہہ گئی تھی۔

"تمہارے تسلیم کرنے یا نہ کرنے سے میرا کچھ نہیں بگڑے گا کیونکہ جتنا بگڑنا تھا وہ تو میرا بگڑا ہی ہے۔ میرا مستقبل، حال، ماضی سب تمہارے ہاتھوں بگڑ چکا ہے۔"

"ٹھیک ہے وہ میرا بیٹا ہے پر اب تم میری بیوی ہو۔ اب کیا مسئلہ ہے اب تو میں نے کفارہ ادا کر دیا ہے اب تم کیوں اپنی، میری اس بچے کی زندگی تباہ کرنے پر تلی ہو۔" اس کا لہجہ تلخ ہونے لگا تھا۔

"تم نے کفارہ ادا نہیں کیا۔ تمہیں ادا کرنے پر میں نے مجبور کیا ہے۔ میں تمہاری بیوی نہیں ہوں میں تمہارے بیٹے کی ماں ہوں۔ زندگی برباد ہماری ہوگی اس سے اس بچے کی زندگی پر کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ میری زندگی تم نے تباہ کی ہے اب میں تمہاری کر رہی ہوں۔ تم نے مجھ سے میرا بچپنا، لڑکپن چھینا تھا میں تم سے تمہاری جوانی چھینوں گی جو جوانی عیش میں گزرتی رہی اب زندان میں گزرے گی۔" وہ آگ اگل رہی تھی۔

اس نے آج تک ہمیشہ دھیمی اور پرسکون انداز میں بات کی تھی چیخ چلا کر نہیں۔ تبھی شاید اس کی بات اس کے دل و دماغ میں میں چپک کر رہ جاتی تھی اس کے اعصاب پر اثر انداز ہو کر دل و دماغ میں تباہی مچا دیتی تھی۔

"لوگ جہاد کرنے کشمیر چلے جاتے ہیں۔" اگلے پل وہ پھر سے بول پڑی تھی۔

"میں نہیں کہا جائے کہ جہاد کی ضرورت تو یہاں ہے۔ اگر ہندو مسلمانوں کی آبروریزی کرتے ہیں تو وہ تو غیر مسلم ہیں۔ یہاں تو اپنی بہن (دینوی لحاظ سے ہر مرد اور عورت کا رشتہ بہن بھائی کا ہوتا ہے) کی عزت لوٹ لی جاتی ہے۔ ان کے خلاف جہاد کریں۔ انہیں پکڑ پکڑ کر کیوں نہیں مارتے۔ تم تو ان سے بدتر ہو کہ شرافت کے لبادے میں جانے کتنوں کے گھر اجاڑے ہوں گے۔" اس کی باتوں پر وہ تلملانے لگا تھا روح پر کوئی بوجھ سا پڑا محسوس ہوا تھا۔ اس کی باتیں اس کو اچھی نہیں لگ رہی تھیں کیونکہ وہ حقیقت تھیں۔ وہ سب سچ تھا۔ اس میں سچ سننے کی تاب نہ تھی۔ لیکن اس کے

باوجود وہ اس سے کچھ فاصلے پر کھڑا سن رہا تھا۔ اس کی آخری بات پر اس کے جسم پر رونگٹے سے کھڑے ہو گئے تھے۔ اس کے اعصاب چٹخنے لگے تھے۔

"تم گناہوں کے دلدل میں دھنسے کھڑے ہو۔ باہر نکل نہیں سکتے۔ دلدل میں دھنس کر ڈوب کر ہمیشہ کے لیے گمنامی کی موت مر جاؤ گے۔ موت کے بعد کیا کرو گے کہاں چھپو گے۔ یا تم یہ کہو گے کہ تمہیں کسی نے ہدایت نہیں دی۔ کیا بہانے بناؤ گے تم چل جائیں گے تمہارے بہانے؟ کیا سوچ کر تم نے گناہ کیے یہ کہ تمہیں مرنا نہیں ہے یا آخرت کا حساب و کتاب نہیں ہے یا تم۔۔۔"

"پلیز چپ کر جاؤ۔" وہ چلایا۔

"بہت سن لی میں نے تمہاری بکواس۔" وہ غیر ارادی طور پر اس کی طرف بڑھا تھا۔ وہ پیچھے ہو کر بولی۔

"میرے قریب آنے کی کوشش مت کرنا پھر اس کا انجام تمہیں معلوم ہو جائے گا۔"

"تم مت آیا کرو یہاں۔" وہ رک کر بولا۔ وہ اس کے وجود کو ریزہ ریزہ کرنے پر تلی ہوئی تھی۔ وہ اسے اندرونی کشمکش میں مبتلا چھوڑ کر باہر نکلتے ہوئے بولی تھی۔

"تم باہر آسکتے ہو۔" تیز بارش کے باعث وہ آج رات یہیں رک گئے تھے۔ اگرچہ اس نے ہر ممکن انداز سے اپنے جانے کے بارے میں سوچا تھا پر تیز بارش کرتے بادلوں نے اس کی ہر سوچ کو ناممکن بنا کر رکھ دیا تھا۔ زین اس کے پاس سونے کی فرمائش کرنے لگا تھا چنانچہ اسے اجازت دے کر وہ سلیم سے کچھ کہنے لگی تھی۔

کلیدان کے دل میں حسد کی چنگاری بھڑک سی اٹھی تھی۔ اس کے دل میں شدت سے یہ خواہش جاگی تھی کہ وہ سلیم کی جگہ ہوتا تاکہ وہ اس سے ہر وقت بات تو کرتی۔ پر اگلے ہی پل وہ اپنی سوچ پر لاحول پڑھنے لگا تھا کہ اگر وہ سلیم کی جگہ ہوتا تو سلیم اس کی جگہ یعنی اس کا شوہر ہوتا۔۔۔

اس نے خود کو سرزنش کی تھی۔ انہیں کمرے میں جانے کا کہہ کر وہ خود بھی دوسرے کمرے کی طرف بڑھی تھی۔

"سنو دروازہ اچھی طرح سے لاک کر لینا۔" اس کی زبان سے بے ساختہ یہ الفاظ نکلے تھے جواباً" جس نگاہوں سے اس نے اسے دیکھا تھا اسے لگا جیسے وہ جل کر خاکستر ہو جائے گا۔

"تیراک کو تیرنا مت سکھاؤ۔" وہ خفت محسوس کرنے لگا ہمیشہ صنف نازک کو نروس کرنے والا اس پل خود بے تحاشا نروس ہوا تھا۔ حیرت کا مقام تھا اس نے خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ وہ ایک عورت خصوصاً" اپنی بیوی کے سامنے اتنا نروس ہو گا۔ جنس مخالف کو اپنی قربت سے نروس کرنے والے کو نروس ہونا آ ہی گیا تھا یہ مقام حیرت نہ تھا تو کیا تھا۔

☆ ☆ ☆

صبح نماز پڑھ کر وہ ان کے کمرے میں آئی تھی تاکہ زین کو جگائے وہ گہری نیند میں تھا وہ تین بار اسے دھیرے سے آواز دینے پر بھی وہ نہیں اٹھا تھا لیکن کلیدان کی آنکھیں کھل گئی تھیں۔ لیکن وہ ہنوز سوتا بنا رہا تھا۔ دونوں کو سوتا دیکھ کر وہ کچھ سوچتے ہوئے قریب آکر اسے جگانے کو اس کا کندھا ہلانے لگی ادھر دل و دماغ پر بن آئی تھی۔ وہ پہلی مرتبہ اس کے اتنی قریب کھڑی تھی اس کا دل پوری رفتار سے دھڑکنے لگا تھا اگر اس وقت وہ چاہتا تو اسے پکڑ کر اس کے ذریعے یہاں سے نکل سکتا تھا لیکن شاید یہ اس کی تقدیر میں نہیں تھا اس وقت وہ بجائے راہ فرار کے اس کی محبت کے گہرے جال میں خود کو دھنستا دیکھ رہا تھا۔

پہلی بار اس کے دل نے میٹھا میٹھا سا درد محسوس کیا تھا اس وقت اس کی سمجھ میں اگر کچھ آ رہا تھا تو یہ کہ وہ عورت کچھ اور اس کے قریب آئے اتنے قریب کہ وہ اسے پوری شدت سے محسوس کرے کہ وہ اس کے قریب ہے اور وہ اس کی محبت اپنی رگوں کے ذریعے دل میں اتار رہا ہے۔ یہ منظر صرف چند پلوں کا تھا کہ وہ زین کو اٹھا کر لے بھی گئی۔ اس دن کے بعد سے وہ مرد ہر چیز

سے غافل ہو گیا تھا اگر اسے کچھ خبر تھی تو اپنے عشق کی۔ اس دن کے بعد وہ لڑکی اس کی دعاؤں میں شامل ہو گئی تھی۔ ہر دعا میں وہ اللہ سے اس لڑکی کو مانگنے لگا تھا۔ اس کے دل میں اپنے لیے رحم ڈالنے کی دعائیں کرنے لگا تھا لیکن اسے پتا نہیں تھا کہ اس کی آزمائش ختم ہونے والی نہ تھی۔

☆ ☆ ☆

ایک دن اسے شدید حیرت ہوئی تھی جب اس نے اس سے اسلامی کتب منگوائی تھیں وہ انکار نہ کر سکی تھی۔

"یہاں رکھ دو۔" کتابیں دیکھ کر وہ بولا تھا۔ اس کے لہجہ اور انداز پر وہ پرسکون انداز میں کہنے لگی۔

"تم تک پہنچنے کے لیے میں کس طرح محنت کرتی رہی ہوں اس کا اندازہ تمہارے جیسا عیاش ذہن کر ہی نہیں سکتا۔ محنت سے ہاتھ کس طرح کھردرے ہوتے ہیں اس کا تو تمہیں پتا ہی نہیں۔ ایک بڑے باپ کی اولاد ہونے کے ناتے تمہیں اس بات کی خبر ہی نہیں کہ عورت کس طرح برے حالات سے نبرد آزما ہو کر جیت کی خوشی سے سرشار ہوتی ہے کتنی آسانی سے کہہ دیا کہ یہاں رکھ دو۔" وہ آنکھوں میں خشونت اور کدورت لیے بولی تھی۔

"یہ دیکھو دن رات محنت کی گرم بھٹی میں جلتے ہاتھ کس طرح کھردرے اور بے رونق ہوئے ہیں۔ مزدوری سے کیسے جلد پھٹ جاتی ہے دیکھو یہ۔" اس نے اپنا ہاتھ اس کی آنکھوں کے سامنے پھیلا دیا تھا۔ اس وقت جذباتی ابال اتنی شدت سے اٹھا تھا کہ اسے کتابیں رکھنے کا خیال ہی نہ آیا تھا۔ وہ چند لمحے اس کے ہاتھ کو دیکھتا رہا تھا پھر اچانک اس نے اس کا ہاتھ تھام کر ہونٹوں سے لگایا تھا۔ وہ اس کے ہاتھ کو چومنے لگا تھا۔ وہ پھٹی آنکھوں سے دیکھتی رہی وہ سکتے میں تھی۔ اچانک اس کے لمس نے اس کے اندر نفرت کے شعلے بھڑکا دیے تھے اس نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا تھا جس ہاتھ سے اس نے اس کا ہاتھ تھاما تھا وہ اپنے بالوں میں پھیر کر وہ نظریں نیچی کر کے دیکھنے لگا۔

اس کے لمس نے اس کے اندر کے پرانے زخموں کو پھر سے تازہ کر دیا تھا۔ وہ اس شخص کی نفس پرستی اس کی ہوس پر دل ہی دل میں چلا اٹھی تھی وہ شاکڈ تھی وہ ابھی تک ہوس کا مارا تھا ان چار مہینوں نے بھی اس پر کچھ اثر نہ ڈالا تھا۔ وہ خاموش تھا یکدم سے وہ جیسے ہوش میں آئی تھی۔ وہ چلائی تھی آج پہلی مرتبہ اس نے اسے چلاتے سنا تھا۔

"کیوں کیا تم نے ایسا۔" وہ پورے حلق کے بل چلائی تھی۔

"کیوں کیا تم نے ایسا۔" وہ خاموش تھا وہ رونے لگی۔

"کیوں چھوا تم نے مجھے' کیوں ناپاک کیا مجھے۔ کتنی راتیں کالی تھیں میں نے کتنے استغفار کیے تھے میں نے۔ تم نے پھر سے مجھے داغدار کیا۔ تم جانتے ہو میں تمہارے ساتھ کیا کر سکتی ہوں۔" وہ ایک بار پھر سے چلا کر بولی تھی۔

"کر لو جو کرنا چاہو۔" دھیرے سے کہہ کر اسے سامنے سے ہٹاتے ہوئے وہ کھڑکی کی طرف بڑھا تھا۔ وہ جنونی سی ہو گئی تھی اس نے چلا کر زرگل کو چلایا تھا۔

"سلیم کو بھی بلاؤ اور تم بھی آنا۔" وہ دونوں کچھ ہی دیر میں واپس آئے۔ جبکہ وہ سینے پر ہاتھ باندھے باہر دیکھ رہا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر زور سے کھڑکی بند کرتے ہوئے پہلی بار اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا تھا۔

"اب تمہیں پتا چلے گا کہ میں کیا کر سکتی ہوں۔"

"مارو اسے۔" اس کی زبان سے نکلنے والے الفاظ پر زرگل اور سلیم دونوں اسے مارنے لگے۔

"اب کہو پچھتائے اپنی حرکت پر۔" اس نے سخت لہجے میں پوچھا تھا۔

"نہیں' میں نہیں پچھتایا اپنی اس حرکت پر۔" اس کی بات اسے دہکا گئی تھی۔

"مارو اسے۔" وہ ایک بار پھر سے چلائی تھی۔ وہ پھر سے اسے مارنے لگے تھے۔ وہ مزاحمت نہیں کر رہا تھا وہ

خاموشی سے مار کھا رہا تھا وہ دونوں اسے مارتے مارتے بے حال ہو گئے تھے۔

"میڈم یہ مر جائے گا۔" سلیم نے ہانپتے ہوئے کہا تھا۔

"مت کھاؤ اس پر رحم۔ جب اسے کسی پر رحم نہیں آتا اس سے ہمدردی گناہ ہے۔ مارو اسے۔ نہیں مرے گا ایسے لوگ جلدی نہیں مرا کرتے۔" وہ سفاکی سے کہہ رہی تھی اس کے بے ہوش ہونے پر اس نے انہیں روکا تھا انہیں میڈیسن دینے کا کہہ کر وہ چلی گئی تھی رات کو فون پر اس نے اس کی حالت کے بارے میں پوچھا تھا اور ان کی بات کے جواب میں۔

"نہیں مرے گا۔" کہہ کر اس نے فون بند کر دیا تھا۔

☆ ☆ ☆

"تو اس کی ہوس پرستی کو دیکھ وہ اب بھی اس کی آنکھوں میں ناچتی پھرتی ہے۔ وہ اب بھی اپنے کیے پر نادم نہیں۔ اسے اپنے گناہ کا احساس نہیں۔ اس نے ایک بار پھر میرے وجود کو گناہ کی نگاہ سے دیکھا اور داغدار کیا۔ اس نے مجھے غلط سزا پر مجبور کیا۔" وہ ساری رات اللہ سے اپنے گناہ کی مغفرت طلب کرتی رہی تھی پر یہ بھول بیٹھی تھی کہ گناہ کے ڈھیر پر بیٹھ کر کی جانے والی عبادت قبول نہیں ہوتی۔ وہ ایک گناہ پر دوسرا گناہ کرنے کے مرض میں مبتلا ہو گئی تھی۔ وہ صحیح کر رہی تھی یا غلط وہ نہیں جانتی تھی اگر جانتی تو اللہ سے اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرتی کہ کبھی تو وہ اس پر رحم کھا کر اس کے کیے گناہ معاف کر دے گا۔

وہ میڈیسن نہیں لے رہا تھا جس سے اس کی حالت بگڑ رہی تھی چنانچہ وہ وہاں چلی آئی تھی۔

"سلیم تمہیں میڈیسن دے رہا ہے وہ کھا لینا۔" اس کی سپاٹ آواز پر اس نے اپنا بازو آنکھوں پر سے ہٹا کر اسے دیکھا پھر بنا کچھ کہے آنکھیں موند لیں۔

"ٹیبلیٹ دو اسے۔" اس نے سلیم سے کہا تھا۔

"تم دو گی تو کھاؤں گا۔" اس کی بات اسے تپا گئی تھی لیکن وہ اب جذبات سے نہیں ضبط سے کام لینے کا ارادہ کیے بیٹھی تھی۔

"اگر تم میڈیسن نہیں لو گے تو اس سے فرق مجھے نہیں پڑے گا۔ پڑے گا تو تمہیں کہ تم خود کو مار ڈالو گے۔ خودکشی کی سزا کا تو تمہیں پتا ہی ہے۔"

"میں گناہ گار ہوں گا تو تم بھی گناہ گار ہو گی۔ شوہر کے کیا حقوق و فرائض ہیں یہ تم جیسی ملانی خوب جانتی ہو گی۔ میری تیمارداری تم پر فرض ہے تم اپنا یہ فرض پورا نہیں کر رہیں۔ شوہر کی کیا حیثیت و مرتبہ ہے۔ اس سے تم بخوبی آگاہ ہو۔ میری خودکشی میں پارٹنر تم بھی ہو۔ اچھا ہے اگر یہاں اکٹھے نہ رہ سکے تو کیا ہوا جہنم میں ہم ساتھ ساتھ ہوں گے۔" وہ اس کے فخر و غرور کے پرخچے اڑاتا بولا۔ وہ اسے بھی آئینہ دکھا رہا تھا حقیقت بہت کڑوی ہوتی ہے نہ تو نگلی جا سکتی ہے نہ تھوکی جا سکتی ہے۔

"میں نے صرف اور صرف اپنے بیٹے اور تم سے انتقام کے لیے کیا ہے نکاح۔ تمہاری تیمارداری تمہاری خدمت گزاری کے لیے نہیں۔" وہ جیسے پھٹ پڑی تھی۔

"ہاں کہہ دینا روز محشر کہ تم نے میری تیمارداری اس لیے نہیں کی کیونکہ تم نے "انتقاماً" نکاح کیا تھا۔" اس نے جیسے مذاق اڑایا تھا۔

"جسٹ شٹ اپ۔" وہ چلائی۔

"بہرحال یہ طے ہے کہ میں میڈیسن نہیں لوں گا اور سنو اس روز والی حرکت پر میں پچھتایا نہیں ہوں میں نے اپنی بیوی۔۔۔" اگلے پل وہ پھر سے پرسکون دریا میں ارتعاش پیدا کر گیا تھا۔

"میں نے ہمیشہ تمہاری سلامتی کی دعائیں مانگی ہیں پر اس لمحے میرا دل شدت سے تمہاری موت کی تمنا کرنے لگا ہے۔ میں ایک راستے کی مسافر تھی تم نے مجھے دو راستوں کا مسافر بنا دیا۔ تم نے مجھے دوہرا کر دیا۔ کیوں کیا تم نے ایسا۔" اس کی آنکھوں کے آنسو پلکوں کی باڑھ توڑ گئے تھے۔

"دن رات ایک نامعلوم خوف میں مبتلا کر دیا تم نے

مجھے۔ میں نہ ادھر کی رہی نہ ادھر کی۔ کچھ بھی تو نہیں رہا میرے پاس۔" اسی لمحے زرگل آیا۔ اس کے ہاتھ میں انجکشن تھا۔ اس نے آنسو صاف کیے اور اس کے ہاتھ سے انجکشن لے لیا۔ اسے انجکشن لگانا آتا تھا سو اسے خود ہی انجکشن لگانے کے لیے نیچے کارپٹ پر پنجوں کے بل بیٹھ گئی۔

"آستین کا بٹن کھولو۔" اس نے بٹن کھولا بٹن کھول کر اس نے ہاتھ ہٹا دیا تھا۔

"آستین چڑھاؤ۔" مزید حکم جاری ہوا تھا۔ اس نے انجکشن لگا دیا تھا۔ کچھ دیر بعد اسے محسوس ہو رہا تھا کہ اس کی پلکیں دوا کے زیر اثر نہیں بلکہ عورت کی محبت کے زیر اثر بند ہو رہی تھیں اور وہ نیند کے بجائے عشق و محبت کی دنیا میں کھونے جا رہا ہے۔

☆ ☆ ☆

اس نے اسے سخت بخار میں تپتے نماز پڑھتے دیکھا تھا وہ عصر کی نماز پڑھ رہا تھا وہ بیٹھ کر ہی پڑھ رہا تھا کمزوری کے باعث چکر آتے تھے وہ کھڑے ہو کر نہیں پڑھ سکتا تھا اس کے اندر عجیب سی بے چینی پیدا ہوئی تھی عجیب سا خوف لاحق ہوا تھا اسے۔ اس نے گارڈز سے اس کے متعلق پوچھا تھا کہ آیا وہ نماز باقاعدگی سے پڑھتا ہے کہ نہیں۔ ان کے اثبات میں جواب نے اسے شدید حیرت و خوف میں مبتلا کر دیا تھا۔

آج وہ اپنے ہمراہ زین کو بھی لائی تھی وہ اس سے باتیں کر رہا تھا کچھ دیر بعد جب وہ اندر آئی تو وہ دونوں غائب تھے وہ بعجلت واش روم کی طرف بڑھی۔ دروازہ کھلا تھا وہاں سے آوازیں آ رہی تھیں۔ زین اپنے سر پر صابن مل رہا تھا جبکہ وہ اس کی شرٹ ہاتھ میں لیے اسے بس کرنے پر زور دے رہا تھا۔

"یہ کیا کیا تم نے۔" اس نے زین کو ڈانٹا اور آگے بڑھ کر اس کا سر پانی سے صاف کرنے لگی۔ وہ ان دونوں کو محویت سے دیکھ رہا تھا۔ کسی خیال سے چونکتے ہوئے اس کے قدم واش روم کے دروازے کی طرف بڑھے۔ اس نے دروازہ بند کر دیا تھا۔ یکدم چلتے اس کے ہاتھ رک گئے تھے۔ اس کا دل انجانے خدشے کے تحت دھڑک اٹھا تھا اس نے ایک شدید ترین غلطی کی تھی لیکن اب کچھ نہیں کیا جا سکتا تھا اس نے پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا تھا وہ دھیرے دھیرے قدم بڑھا کر اس سے کچھ فاصلے پر کھڑا ہوا تھا۔

"اب تم میرے رحم و کرم پر ہو۔ میں تمہارے دوپٹے سے تمہارا گلا گھونٹنے کی دھمکی دے کر یا تمہاری آڑ لے کر یہاں سے نکل سکتا ہوں۔ اب تو تمہیں یقین آ گیا نا کہ میں یہاں سے نکل سکتا ہوں۔" اس کی اوپر کی سانس اوپر اور نیچے کی نیچے رہ گئی تھی۔

"میں چاہوں تو تمہیں چھو سکتا ہوں۔" اس نے اس کے ہاتھ میں پکڑی شرٹ کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"شرٹ دو مجھے۔" چند لمحے تو وہ گہری نظروں سے اسے دیکھتا رہا تھا پھر اس نے شرٹ اس کے ہاتھ میں دینی چاہی پر اس کا ہاتھ آگے نہیں بڑھا تھا اس کے ہاتھ زین کے گیلے سر پر تھے اور نظریں اس کی بالوں پر۔ پھر یکلخت وہ زین کے شانوں پر سے ہاتھ ہٹا کر دروازے کی سمت بھاگی تھی اس سے پہلے کہ وہ دروازہ کھول کر باہر نکلتی وہ بھاگ کر دروازے کے سامنے کھڑے ہو کر اس کا راستہ مسدود کر چکا تھا۔

"اگر میں ایسا نہ کرتا تو تم کل کو یہ کہتی پھرتیں کہ میں نے کمینگی کا ارادہ کر لیا تھا لیکن تم نے بروقت اپنی جان بچائی۔ تمہارا راستہ روکنے کا مطلب یہ ہے کہ تمہیں یہ باور کرا دوں کہ اگر میں چاہتا تو یہاں سے نکل بھی سکتا تھا اور تمہیں چھو بھی سکتا تھا لیکن میں ایسا نہیں کر رہا کیونکہ میں نے اپنی سزا قبول کر لی ہے میں یہاں اس وقت تک رہوں گا جب تک تم مجھے یہاں رکھو گی۔ میری طرف سے تمہیں کسی قسم کی کوئی پریشانی نہیں ہو گی نہ جانی اور نہ......" اک گہری سانس لے کر اس نے قریب آتے زین کو بازوؤں سے پکڑ کر گلے لگایا تھا اور واش روم کا دروازہ کھول کر نکل گیا تھا جبکہ وہ دم بخود کھڑی رہ گئی تھی اس نے بہ رضا رغبت اپنی سزا منظور کر لی تھی وہ شاکڈ تھی۔ کب تک وہ سزا جھیل سکتا تھا اسے پتا تھا ایک نہ ایک دن... وہ اسے

روتا بلکتا دیکھنا چاہتی تھی لیکن وہ مطمئن سا اپنے گناہ کی سزا کاٹنے پر تیار ہو گیا۔

وہ کارپٹ پر گھٹنوں کے بل بیٹھا زین کو شرٹ پہنا رہا تھا۔ وہ واش روم سے نکلی' اس نے ایک سرسری نگاہ اس پر ڈالی پھر دوبارہ سے زین کی جانب متوجہ ہو گیا۔

وہ گھر آئی تو سارا دن روتی رہی تھی۔ وہ شخص مطمئن تھا یہ بات اسے بری طرح کھٹک رہی تھی۔ کیا اس کی نمازیں قبول ہو جائیں گی' کیا اسے معافی مل جائے گی تو پھر اس کی سزا کا کیا ہو گا کیا وہ اللہ کے دربار میں سزا سے بچ جائے گا۔ ایک دن اس نے التجائیہ انداز میں اپنی ماں کی خیریت پتا کروانے کا کہا تھا جس پر وہ اسے کہنے لگی تھی۔

"اپنی ماں کا کتنا خیال ہے دوسروں کی ماؤں کو کس درد سے آشنا کر چکے ہو اس کی خبر ہے تمہیں۔"

"اب خبر ہو رہی ہے۔" اس کے سفاک لہجے پر وہ ایک بار پھر منت بھرے انداز میں بولا۔

"صرف ایک بار پلیز زرات کو میں نے اسے خواب میں۔۔۔"

"ایسی منتیں میں نے بھی کی تھیں۔ یاد ہے تمہیں۔"

"پلیز نہیں کہو ایسا۔" وہ چلایا تھا۔

"کیوں نہ کہوں تمہاری طرف سے انعام میں ملے ان گیارہ سالوں کی ایک ایک ساعت' ایک ایک پل میرے ذہن کے پردے پر ثبت ہو چکے ہیں۔ میں انہیں بھول نہیں سکتی۔ مجھے اپنا کہا ہر فقرہ رٹا ہوا ہے۔ کچھ بھی تو نہیں بھولی' تم نے مجھے پندرہ برس کی عمر میں پچاس برس کی عورت بنا دیا تھا۔ میرے شعور کی پختگی تمہارے دم سے ہے۔ اب سنتے رہو جو میں کہوں۔"

"تم نے صحیح کہا تھا کہ میں ایک بدتر انسان ہوں۔ ہم جیسے درندوں کے خلاف جہاد ہونا چاہیے۔ کتنی لڑکیوں کے دل برباد کیے میں نے۔ کتنی لڑکیوں کی زندگی اجاڑی میں نے' عورت کو میں نے ہمیشہ کھلونا سمجھا۔ عورت ایک کھلونا ہے ایک جسم ہے ایک نشہ ہے ایسا کیوں کہتے ہیں ہم۔ عورت ایک انسان ہے ایسا کیوں نہیں سوچتے ہم۔" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بول رہا تھا۔

"اس منطق کو میں جب سمجھا تو کب سمجھا۔" وہ نیچے کارپٹ پر بیٹھ گئی تھی وہ کچھ لمحوں بعد اس سے کافی فاصلے پر بیٹھ گیا تھا۔

"دل توڑنا میرے لیے کبھی مشکل نہیں رہا۔ ایک سیکنڈ کی دیر بھی نہیں کرتا تھا۔ اس فن میں مجھے کمال حاصل تھا وہ وقت نہیں خوشبو تھی جو اڑ گئی۔ وہ جوانی نہیں تھی آزمائش تھی۔" وہ استہزائیہ انداز میں ہنستے ہوئے بولا تھا۔

"روز محشر ہم دونوں سے پوچھے جانے والے سوال ایک ہوں گے لیکن جواب کس قدر مختلف۔ مجھ سے پوچھا جائے گا کہ جوانی کیسے گزری میرا جواب زنا۔ تمہارا عبادت' اس وقت میرے چہرے پر کس قدر کربناک تاثرات ہوں گے کیسا بھیانک انجام ہو گا میرا۔" وہ کچھ پل کے لیے خاموش ہوا تھا پھر رونے لگا تھا۔

"ایک تم نہیں ہو۔ بہت سی ہیں۔ ہر لڑکی کو میں محبت کے جال میں گرفتار کرتا آیا تھا۔ وہ دن عشق و محبت کا کھیل کھیل کر کسی اور کی محبت میں مبتلا ہو جاتا۔ ان میں سے ایک وہ بھی تھی جس کی شرافت مجھے گالی کی طرح لگتی تھی۔ میں اس سے ملنے کا خواہاں تھا لیکن وہ کسی طرح سے مل کے نہ دے رہی تھی۔ وہ مجھ سے بے پناہ محبت کرتی تھی۔ ایک دن فون پر میں نے اسے کہا تھا کہ وہ مجھ سے محبت نہیں کرتی اس لیے میرے پاس نہیں آتی۔ تو اس نے کہا تھا کہ وہ مجھ سے محبت کرتی ہے اس لیے میرے پاس نہیں آتی۔ اس وقت میں نے اس کی اس بوگس دلیل پر اس سے قطع تعلق کر لیا تھا' میں اس کی چاند ستاروں والی محبت سے اکتا گیا تھا لیکن آج مجھے پتا چلا کہ اس کی کہی بات کا مطلب کیا تھا۔ آج مجھے اس کی کہی بات سمجھ میں آئی ہے۔

اس کی یہ کھری بات مجھ جیسے نفس پرست انسان کے اندر گہرائی تک اتر ہی نہ سکی تھی۔ اسے مجھ سے شدید ترین محبت تھی محبت کی اس ناکامی نے اسے نفسیاتی مریض بنا دیا تھا۔ اسے نفسیاتی مریض بنانے والا میں تھا۔ میں تمہارے سوالوں کے جوابات کیسے دوں۔ میرے پاس تمہارے سوال کا جواب نہیں ہے۔" ان سات مہینوں میں پہلی بار وہ بغیر کسی کھٹکے اور ہچکچاہٹ کے اس کے پاس بیٹھ رہی تھی۔

"میرے دل میں تمہارے لیے ہمدردی کا ہر جذبہ مفقود ہو چکا ہے۔ میں تم پر ترس نہیں کھا سکتی اور نہ ہی مجھے تم پر ترس آتا ہے۔ میں کم ظرف ہوں۔ میرا دل بہت چھوٹا ہے' میں بہت ظالم عورت ہوں۔ میں اپنے ساتھ کی گئی زیادتی بھول نہیں سکتی۔ مجھ سے معافی کی توقع مت رکھنا۔ تم نے مجھے لوہا بنا دیا ہے اب میں مٹی نہیں بن سکتی۔ میں انسان تھی تم نے مجھے برف بنا دیا ہے۔ میں نے تمہیں معاف نہیں کیا وہ چار الفاظ ندامت کے یہ مت سمجھو کہ تمہارے گناہ دھل گئے۔ سو بار جنم لو تب بھی اس گناہ کا کفارہ ادا نہیں کر سکو گے۔" وہ سر جھکائے اسے بغور سن رہا تھا اس کے الفاظ میں زہر بھرا ہوا تھا جو اذیت اور تکلیف دیتا تھا۔

✿ ✿ ✿

ایک عجیب بے چینی تھی جو بڑھتی جا رہی تھی۔ اس مرد کے طویل سجدوں نے اس عورت کو مزید خوف زدہ کر دیا تھا۔ اس مرد کی آنکھیں بدلنے لگی تھیں۔ اس عورت کو اس کی بدلتی آنکھوں نے تحیر زدہ کر دیا تھا۔ وہ سختی سے اس حقیقت کو جھٹلانے لگی تھی کہ اس جیسا ہوس پرست انسان بدل سکتا ہے۔ اس جیسا کمینہ انسان تو دنیا سے کٹ کر رہ ہی نہیں سکتا۔ یہ سب ڈھونگ ہے۔ اگر یہ سچ ہے تو میرے ساتھ کی گئی زیادتی کا کیا ہو گا۔ اس نے جو جو کیا ہے وہ معاف ہو جائے گا۔ میرے ساتھ انصاف کیسے ہو گا۔ بغیر سزا کاٹے یہ کیسے مطمئن ہو سکتا ہے۔ اس وقت وہ یہ بھول چکی تھی کہ وہ اس کی منتخب کردہ سزا کو بخوشی جھیلنے لگا تھا۔ اپنے اعمال اپنے کیے کی سزا کی طرف نہ نظر جاتی ہے نہ سوچ۔

اس کے نادم نہ ہونے پر آگ بگولا ہونے والی اب اس کے احساس ندامت سے ڈرنے لگی تھی۔ اسے خدشہ لاحق ہو گیا تھا کہ اس کی دعاؤں اس کے سجدوں کے طفیل اس کی بخشش نہ ہو جائے۔ ایسا ہونے کی صورت میں اس کے دل میں اس کے لیے رحم پیدا نہ ہو جائے۔ کیونکہ بے شک اللہ جو کہے وہ ہو جاتا ہے ایک سال ایک مہینہ اسے یہاں رہتے ہوئے بیت چکا تھا۔ اس ایک سال ایک مہینہ میں اس عورت نے اپنی ہار مان لی تھی۔

✿ ✿ ✿

وہ تین بہنیں تھیں اور ایک سب سے چھوٹا بھائی تھا۔ اس کا باپ چار سال پہلے فوت ہو گیا تھا جو منظر خان کے گھر مالی تھا باپ کی وفات کے بعد جب کھانے پینے کے لالے پڑ گئے تو ناچار اس کی ماں کو منظر خان کے گھر نوکری کرنی پڑی حالانکہ اس سے قبل وہ نوکری نہیں کرتی تھی۔ وہ ان کے دیے گئے کوارٹر میں رہتے تھے۔ کلیدان ایک عیاش نوجوان تھا اس کی ماں نے اسے کبھی بھی ان کے گھر کام کے لیے نہیں بھیجا تھا کیونکہ وہ ان امیر لوگوں کی عیاشی کے بارے میں کافی کچھ جانتی تھی اگرچہ اس کا باپ ایک اچھا انسان تھا پر اس کا بیٹا اسے کبھی اچھا نہیں لگا تھا لیکن چونکہ منظر خان' توقیر کے مرنے کے بعد ان کا بہت خیال رکھنے لگا تھا تو اسی کی بدولت وہ یہاں کام کرنے پر آمادہ ہوئی تھی اور پھر اس کے خیال میں اس کا امیر بیٹا اتنا بھی گیا گزرا نہیں تھا کہ نوکرانی کی بیٹی سے دل لگی کرتا۔

کلیدان کا ایک بھائی اور تھا جو شادی شدہ تھا اور اس کے تین بچے تھے بڑی بیٹی تھی جو بازلہ کی ہم عمر تھی اور پھر دو بیٹے تھے۔ بازلہ اس کی بھتیجی منزہ کے ساتھ قرآن پڑھنے مدرسہ جایا کرتی تھی جو ان کے گھر کے قریب ہی تھا۔ وہ دونوں سہ پہر چار بجے جاتی تھیں اور چھ بجے تک ان کی واپسی ہوتی تھی۔ وہاں انہیں قرآت سکھائی

جاتی تھی۔ ایک ایسی ہی گرمی کی سہ پہر میں وہ منزہ کے پاس آئی تھی تاکہ مدرسہ جاسکے۔ اس دن منظر خان کی ساری فیملی کسی شادی میں گئی تھی اسے اس کی ماں نے بتایا تھا پر جاتے ہوئے وہ یہ بات بھول گئی تھی اس لیے منزہ کے پاس چلی آئی تھی گھر کے اندر داخل ہوتے ہی اسے کچن میں کھٹر پٹر کی آوازیں سنائی دیں تو پکار بیٹھی تھی۔

"منزہ" کچھ ہی دیر میں اسے کلیدان باہر آتا دکھائی دیا تھا۔

"وہ منزہ۔" وہ صرف یہی کہہ سکی۔

"ہاں آؤ وہ اپنے روم میں ہے۔" اس نے شرافت سے اسے اپنے پیچھے آنے کا کہا تھا۔

"نہیں اسے یہیں بلا لیں۔" وہ ہنوز کھڑی رہی تھی۔

"اچھا آپ خود جایئے اسے جگا دیں۔" اس نے اپنی شرافت برقرار رکھی تھی اور اس کے کمرے کی طرف اشارہ کیا تھا۔ ابھی وہ منزہ کے روم گئی ہی تھی کہ اسے اپنے پیچھے دروازہ بند ہونے کی آواز سنائی دی تھی اس نے یکدم پیچھے مڑ کر دیکھا تھا انسان شیطان کے روپ میں اس کے قریب آرہا تھا پھر اس شیطان نے انسان کو آخر زیر کر ہی لیا تھا۔

☆ ☆ ☆

اس شخص نے اسے وقت سے پہلے ہی باشعور کردیا تھا۔ وہ شخص جو اس کی زندگی میں ہلچل مچا گیا تھا۔ اس نے اس لڑکی کی تباہی میں اپنی تباہی کا سامان کردیا تھا۔ لیکن جب اس کی لٹی پٹی حالت پر اس کی ماں تشویش زدہ ہوئی تو وہ سب کچھ بتا گئی تھی لیکن اس کی ماں کو تو جیسے یقین ہی نہ آیا تھا ہاں اس کی ماں کو اس کی بے گناہی پر یقین نہیں آیا تھا تبھی وہ اسے سنانے لگی تھی اس کے خیال میں وہ اس امیرزادے سے ملنے ہی گئی تھی کیونکہ منزہ وغیرہ کے شادی پر جانے کا تو وہ اسے پہلے ہی بتا چکی تھی اسے گھر بدر کردیا گیا تھا۔ اس کی ماں نے اسے اپنی بیٹی تسلیم کرنے سے انکار کردیا تھا اور

اسے خود دارالامان چھوڑ کر آئی تھی وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کی باقی بیٹیوں کی زندگی اس لڑکی کی بدولت جہنم بن جائے اور پھر اس کی ماں منظر ہاؤس ہی چھوڑ کر چلی گئی تھی۔

وقت اگر مرہم رکھتا ہے تو وقت بے رحم بھی ہوتا ہے۔ اس لڑکی کو اس کا چہرہ دنیا کے مکروہ ترین انسان کا چہرہ لگتا تھا۔ اسے نہیں پتا تھا کہ یہ چہرہ اسے پھر کبھی سونے نہیں دے گا۔

☆ ☆ ☆

اس نے اپنے ہونٹ جیسے سی لیے تھے۔ وہ کسی سے بات نہ کرتی تھی الگ تھلگ رہتی تھی اس دوران قریب ہی واقع ایک سیمنٹ فیکٹری میں وہ مزدوری کرنے لگی تھی۔ کچھ ہی عرصہ میں اس نے خود میں کچھ تبدیلی محسوس کی تھی اور اس تبدیلی نے اسے لرزا کر رکھ دیا تھا اور جو حقیقت اس پر آشکار ہوئی تھی تو وہ جیسے یکدم سے عورت بن گئی تھی۔

"میں تمہیں بتاؤں گی کہ عورت ہوتی کیا ہے۔ عورت کے نام سے خوف نہ کھاؤ تو میرا نام بدل لینا۔ اس عورت کے پاؤں میں لاکر نہ گرایا تمہیں تو میرا نام بدل دینا۔ تمہارا وہ حشر کروں گی کہ موت مانگو گے تو نہیں ملے گی زندگی مانگو گے تو نہیں ملے گی تمہارے ذہن میں بھرے عورت کے غلط تصور کو بدل نہ دیا تو میرا نام بدل دینا۔ روؤ گے پچھتاؤ گے ایک دن اپنے کیے پر اور ایسا ہی ہوگا۔"

اس نے وہاں موجود ہر عورت کی آنکھ میں ایک سوال دیکھا تھا جس کا جواب نہ تو اس نے دیا تھا نہ دینا چاہتی تھی۔ اس نے پڑھائی کا سلسلہ شروع کیا تھا وہ پرائیویٹ ہی پڑھ رہی تھی اور پھر وہ جو پلان کر رہی تھی تقدیر اس میں اس کا ساتھ دیتی جا رہی تھی۔ دارالامان میں ہی اس کا بیٹا پیدا ہوا تھا۔ وہ ہنوز اس فیکٹری میں مزدوری کر رہی تھی۔ پرائیویٹ ہی اس نے بی اے کیا اور پھر اس نے ایم اے میں ایڈمیشن لیا۔ اکنامکس اس کا سبجیکٹ تھا۔ دارالامان میں ہی اس

کی ملاقات صائمہ سے ہوئی تھی۔

وہ اپر کلاس سے تعلق رکھتی تھی اور اکثر دارالامان غریب عورتوں کو کچھ رقم یا دوسری چیزیں دینے آیا کرتی تھی۔ وہ اکثر اس سے باتیں کرتی رہتی تھی شروع شروع میں تو وہ کچھ کترائی کترائی سی رہتی تھی پھر کچھ سوچ کر ہی اس نے اس کے ساتھ دوستی شروع کر دی تھی صائمہ کو حقیقتاً" وہ اچھی لگی تھی وہ بہت خاموش اور ریزرو تھی اس لیے وہ خود ہی اس کی طرف مائل ہوئی تھی۔ اور پھر اس نے بھی صائمہ کو اپنی محبت میں اس طرح سے جکڑا کہ وہ نہایت مخلصانہ انداز سے اس کی ہر پرابلم منٹوں میں حل کر لیتی تھی۔

اس نے ایک این جی او میں اس کے لیے جاب کا انتظام کیا تھا جاب بہت اچھی تھی چونکہ اسے کئی زبانوں پر عبور تھا تو اسے یہ جاب آسانی سے مل گئی تھی اس کا کام دورے پر جانے کے دوران مختلف زبانوں کی ٹرانسلیشن تھا۔ سیلری بہت اچھی تھی اس لیے وہ کچھ زیادہ ہی خوش تھی۔ اس کے ایم اے کرتے ہی اس نے صائمہ سے جاب دلوانے کا کہا تھا اور اسی کے توسط سے اسے ایک بینک میں جاب مل گئی تھی۔

وہ ایک الگ چھوٹے سے کوارٹر نما گھر میں کرایہ پر رہتی تھی دارالامان اس نے این جی او میں کام کرنے کے دوران ہی چھوڑ دیا تھا۔ صائمہ اس سے کبھی کبھار ملنے آتی تھی پر وہ کبھی اسے ملنے نہیں گئی تھی۔ وہ اکثر راتوں کو اٹھ کر اللہ سے شکوے شکایت کرتی رہتی تھی اور اس شخص کی زندگی کی دعائیں مانگتی رہتی تھی جس نے اسے دربدر کر دیا تھا اور اس سے اس کا خاندان چھین لیا تھا ماں بہن بھائی کدھر تھے اسے کچھ معلوم نہ تھا اور پھر اس نے اس شخص سے انتقام لینے کا بالآخر منصوبہ بنا ہی لیا تھا۔ جس کے لیے اسے سب سے پہلے ایک خوب صورت لڑکی کا انتظام کرنا تھا جو حسین ہونے کے علاوہ ــــ شاطر بھی ہو اور بالآخر اسے ایک ایسی لڑکی مل گئی تھی۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

گرمیوں کی تپتی دوپہر میں وہ پیدل جا رہی تھی۔ رکشہ ٹیکسی کا دور دور نام و نشان نہ تھا تو وہ پیدل ہی گھر جا رہی تھی۔ گرمی زوروں کی پڑ رہی تھی سورج اپنی تمام تر شدت سے زمین کو تپا رہا تھا۔ دفعتاً" اس کی نگاہیں ایک فائیو اسٹار ہوٹل کے باہر گاڑی سے ٹیک لگائے کلیدان پر پڑی تھیں وہ اسے بہت دفعہ دیکھ چکی تھی اکثر وہ اس کے گھر کے باہر دیکھ چکی تھی وہ اس کا چہرہ نہیں بھولنا چاہتی تھی اس لیے وہ اسے دیکھنے اس کے گھر کئی بار آئی تھی باہر سے ہی اسے دیکھ کر وہ لوٹ جاتی تھی۔ آج اس کی منحوس صورت دیکھ کر اسے ایک بار پھر سب کچھ یاد آیا تھا۔ اس کی نظریں ہنوز اسی پر تھیں اس کے ہمراہ ایک لڑکی بھی تھی جو جینز اور شرٹ ــــ پہنے ہوئے تھی۔ وہ دونوں اندر چلے گئے تھے۔ اس کے اندر ایک الاؤ دہک اٹھا تھا۔ اس نے اسے کئی بار مختلف لڑکیوں کے ہمراہ دیکھا تھا۔ سانپ ڈسنے سے باز نہیں آتا۔ اگرچہ اس کا زہر نکال بھی دیا جائے۔ اس نے ــــ نفرت آمیز نگاہوں سے اسے دیکھا تھا۔ اس کی گاڑی کے قریب سے گزرتے ہوئے اس نے ایک زور کا مکا اس کے فرنٹ ڈور کے شیشے پر مارا تھا۔ شیشہ ایک چھناکے سے ٹوٹ گیا تھا۔ وہ تیزی سے بڑے بڑے قدم اٹھا کر چلنے لگی تھی۔

کچھ لوگوں نے اس کی حرکت دیکھ لی تھی' اس لیے وہ اسے آواز دینے لگے تھے اس نے اپنے قدموں کی رفتار تیز کر دی تھی اسے دور سے ایک رکشا آتا دکھائی دیا تھا وہ اسے روک کر اس میں بیٹھ گئی تھی۔ اس نے شاید شاید گلاس ڈور سے دیکھا ہو یا کوئی اسے بتانے اندر گیا ہو پر اس نے پیچھے مڑ کر جب دیکھا تو کلیدان اپنی گاڑی کے پاس کھڑا ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔

"ہو گی کوئی پاگل عورت۔" پاگل عورت کے ہاتھ سے خون بہہ رہا تھا۔

جسے اس نے چادر سے ڈھانپ رکھا تھا چادر بہتے خون سے سرخ ہونے لگی تھی۔ درد نہیں ہو رہا تھا درد کا احساس درد دینے کے بعد ہو ہی نہیں سکتا تھا لوہا لوہے کو کاٹتا ہے۔ ویسے درد درد کو کاٹ رہا تھا۔ وہ درد جو اس کے وجود کو گھلاتا رہتا تھا اب کسی اور کے وجود پر

اپنے گر آزمانے والا تھا۔

✡ ✡ ✡

وہ پیسہ کما رہی تھی صحیح غلط میں پڑے بغیر۔ پھر جب اس نے اس سے انتقام لینے کا ارادہ کر ہی لیا تو سب سے پہلے اس نے کرایہ کے غنڈوں کا انتظام کیا اور اس کے بعد اسے ایک الٹرا ماڈرن اور حسین لڑکی کی ضرورت تھی جو اس کے دشمن تک رسائی حاصل کر کے اس کے پاس لے آئی۔

✡ ✡ ✡

لڑکی کے چہرے پر بلا کا اعتماد تھا وہ اس کے سراپے کو بغور دیکھنے لگی تھی وہ جینز پر کرتا پہنے ہوئے تھی اس کے بال شولڈر کٹ تھے وہ کافی پرکشش تھی اس کے سراپے کی خاص بات اس کا متناسب بدن اور اس کی ہائیٹ تھی۔

"یور نیم۔" اس نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے براہ راست پوچھا تھا۔ اس نے بغیر جھجک اور ہچکچاہٹ کے جواب دیا۔

"نینا۔" پھر وہ دوٹوک انداز میں بولی۔

"آئی ایم ریڈی ٹو ڈو اینی تھنگ فور یو بٹ آئی وانٹ آ کیش۔" اس نے کپ ٹیبل پر رکھ کر آنکھیں پوری طرح کھولتے ہوئے اسے اعتماد سے دیکھا تھا۔

"او کے ڈن۔" اس نے ڈیل کر کے لڑکی کے ساتھ پوری طرح ڈسکس کیا اور پھر ساتھ ہی کہنے لگی۔

"اگر سامنے آ کر سینے پر خنجر سے وار کیا جائے تو صرف جسم کو تکلیف ملتی ہے اور اگر بے خبری میں پیچھے سے پشت پر وار کیا جائے تو جسم سے زیادہ روح کو تکلیف ملتی ہے ابھی تمہارے پاس آپشن ہے تم ان میں سے کس درد کا انتخاب کرتی ہو یہ یاد رکھنا کہ تمہاری طرف سے مجھے دیا گیا درد یا کسی قسم کا دھوکہ تمہیں زندگی سے دور کر دے گا کیپ اٹ ان یور مائنڈ ڈیئر۔" اس نے پوری بات اس لڑکی کو باور کروا دی تھی۔

"ہیلو کلید ان بات کر رہے ہیں۔" اگلے ہی دن لڑکی اس کے گھر کے نمبر پر بات کر رہی تھی۔ بھائی نے یہ کہہ کر کہ اس کا فون ہے دیا تھا تو دوسری جانب لڑکی کی بات پر وہ بے ساختہ بولا۔

"آپ کون بات کر رہی ہیں۔"

"آپ نہیں جانتے مجھے مگر میں آپ کو جانتی ہوں آپ مجھے جان سکتے ہیں اگر ہماری فرینڈ شپ ہو جائے۔"

"پر آپ ہیں کون؟" وہ حیرت سے پوچھنے لگا۔

"ارے۔۔۔ چلو بتا ہی دیتی ہوں۔ آپ اسپورٹس ٹریننگ کمپلیکس جاتے ہیں نا ادھر ہی میں نے آپ کو دیکھا تھا تب آپ مجھے بہت اچھے لگے تھے سمپل۔"

"او اچھا۔" وہ یکدم سے بولا تھا آج کل ادھر اس کا جانا تھا وہ کیل گاڑ چکی تھی اب آخری ضرب لگانے کی باری تھی۔

وہ اکثر اس سے ملنے لگی تھی۔ وہ بھی اس کے ساتھ کو بہت انجوائے کر رہا تھا۔ یہ انجوائمنٹ اس کی خصلت تھی جس سے وہ باز نہیں آ سکتا تھا۔ اور یہی خصلت اس کی سب سے بڑی دشمن بن گئی تھی۔ جو اسے مکمل لے ڈوبنے والی تھی۔

✡ ✡ ✡

"تم ہو کہاں۔ کب سے تمہارا ویٹ کر رہی ہوں۔" دوسری طرف سے اس کی بات سنتے ہی وہ پھر سے یکدم کہنے لگی۔

"بس میں خود ہی تمہیں پک کرنے آ رہی ہوں۔"

اگلے دس منٹ میں اسے پک کر کے اپنے ہمراہ اسی گھر کی طرف روانہ تھی جہاں وہ اس کا بے چینی سے انتظار کر رہی تھی۔ جبکہ وہ دل ہی دل میں اس بات پر خوش تھا کہ آج تو وہ اس لڑکی کو حاصل کر ہی لے گا اس کے خیال میں وہ لڑکی خود کو پیش کرنے والی ہی تھی وہ اپنی خوب صورتی اور مردانگی پر نازاں دلکشی سے ہنسے جا رہا تھا۔ اندر آتے ہی وہ خود کو صوفے پر گراتے بولا۔

"آج پہلی بار تم نے اپنے گھر انوائیٹ کیا ہے۔"

"اور آخری بار بھی۔" لڑکی نے تمسخرانہ انداز میں

کہا اور ساتھ ہی چلا کر بولی۔

"میڈم ینگ مین از ہیر۔"

وہ یکدم اپنی جگہ سے اچھل پڑا تھا وہ اپنی جگہ جم کر رہ گیا تھا۔ جبکہ لڑکی شانے اچکا کر بولی۔

"سوری اٹ از مائی پروفیشن۔" ایک سرسری نگاہ اس پر ڈال کر وہ اس کے پاس سے گزر کر جانے لگی تھی کہ وہ جیسے اپنے حواس میں لوٹا تھا۔ پھر اس کی زبان سے مغلظات کا ایک طوفان رواں ہونے لگا سلیم سے برداشت نہ ہوا تو بولا۔

"اب اگر بولا تو یہ میگزین خالی کر دوں گا تم پر۔"

وہ جو ہمیشہ عورتوں کو بے وقوف بناتا رہا تھا آج ایک عورت کے ہاتھوں بے وقوف بن بیٹھا تھا۔ وہ مات کھا گیا تھا ایک عورت سے۔ وہ عورت جو ابھی پس پردہ تھی۔ اس لڑکی نے جو گیم کھیلا تھا اس کا کوچ کوئی اور تھا۔

☼ ☼ ☼

"تم کیا سمجھتے ہو تمہارے گناہ دھل گئے۔ کیا ان نمازوں سے وہ سارے گناہ معاف ہو جائیں گے جو تم نے کیے۔" وہ آج بھی چلاتے ہوئے کہہ رہی تھی جس طرح پچھلے کچھ عرصے سے وہ اسے مسلسل یہی کہتی رہی تھی۔

"میرے گناہ معافی کے قابل ہیں ہی نہیں۔ تو معافی کہاں مل سکے گی۔" وہ افسردگی سے آج بھی یہی بولا تھا۔ پھر نہایت رنجیدہ نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

"میں اگر دس بار بھی جنم لوں اور ان گناہوں کا کفارہ ادا کرتا رہوں تب بھی شاید معافی نہ ہو' پر جانے کیوں دل ہر لحہ ہر پل اس رحیم و کریم سے بخشش کا طلب گار ہے۔"

پھر ایک دن اس نے اسے روتے' اللہ کے سامنے گڑگڑاتے دیکھا تھا۔ اس دن وہ ایک پل بھی ادھر نہ ٹھہر سکی دبے قدموں واپس چلی آئی تھی۔ اس دن وہ بہت روئی تھی کہ شاید وہ زندگی میں کبھی نہ روئی ہو۔

"تمہاری سزا ختم ہوئی۔ اب تم جا سکتے ہو۔" آج وہ اسے یہی کہنے آئی تھی۔ وہ یہ کہہ کر جانے ہی لگی تھی کہ وہ تیزی سے اٹھ کر اس کے سامنے آیا تھا۔

"تم جا سکتے ہو۔ تمہارے بیٹے کے نام کے ساتھ تمہارا نام ہے میں چاہتی ہوں کہ وہ رہے۔ اسے تم میری درخواست سمجھ سکتے ہو۔"

"پلیز تم مجھے چھوڑ کر نہیں جا سکتیں۔" وہ شخص کبھی کسی بڑے سانحہ پر نہیں رویا تھا پر آج اس عورت کے سامنے رو رہا تھا۔

"میں نے کہا تھا نا تم سے کہ میں یہ دعا مانگتی رہی ہوں کہ میرے دل میں تمہارے لیے کبھی رحم پیدا نہ ہو اور اگر ایسا ہوا تو اس دن یہ دل دھڑکنا بند کر دے گا۔" اس کے الفاظ پر اس مرد کا دل لرز اٹھا تھا۔

"تم ایسا کچھ نہیں کرو گی۔"

وہ شدت سے روتی ہوئی چلا اٹھی۔

"میں ایسا کر بھی نہیں سکتی۔"

"مجھے غلاظت کے ڈھیر پر مت پھینکو۔ مجھے پھر سے گناہوں کی دلدل میں مت جانے دو۔" وہ شاکڈ تھی۔ ہاں وہ شاکڈ تھی کہ وہ خود کو شوٹ نہیں کر سکتی تھی کہ ایسا ہونے کی صورت میں وہ دنیا کی پہلی عورت ہوتی جو اس بات پر خود کو مار ڈالتی کہ اس کے دل میں اس مرد کے لیے رحم کا جذبہ پیدا ہوا جو اس کا نام نہاد ہی سہی پر اس کا شوہر تھا وہ برائی سے اچھائی کی طرف جانے والے شخص کے اس عمل پر خود کو شوٹ کرنے والی پہلی انسان ہوتی یعنی اس کی خود کشی کی فہرست میں یہ تفصیل ہوتی کہ دنیا کا پہلا انسان جس نے ایک انسان کے اچھے طرز عمل کے باعث خود کشی کر لی۔ وہ خود کو نہیں مار سکتی تھی اب دوسری درخواست اس کے ساتھ زندگی گزارنے کی کی گئی تھی۔

وہ ایک بدکردار شخص سے کسی نہ کسی طرح سہی زندگی جوڑ بیٹھی تھی اب اگر وہ اسے چھوڑ کر جاتی تو وہ ایسی پہلی عورت ہوتی جو اپنے شوہر کو نیک اعمال کے باعث چھوڑ دیتی۔ ایسا تو کوئی طوائف بھی نہیں کرتی۔ اب کیا رہا اس کے پاس کچھ نہیں اس مرد کی جیت اور وہ ایک بار پھر خالی ہاتھ۔ ایک کام وہ کر سکتی تھی اپنی ہار کا

ماتم وہ اس وقت بھی کرنے لگی تھی۔ اس لیے وہ چلا چلا کر رونے لگی تھی۔

"تم مرد ہوتے ہی ایسے ہو۔ جہاں دیکھتے ہو کہ عورت جیت رہی ہے وہاں کایا پلٹ کر رکھ دیتے ہو۔ نہیں جینے دیتے ہمیں، ایک سال میں ہی جیت گئے تم اور میں ان بارہ سالوں میں کیسے تڑپی رہی کیسے سسک سسک کر زندگی گزاری ہے۔ اس کا کیا ہو گا۔" وہ پورے حلق کے بل چلا کر بولی تھی۔

"جان بوجھ کر ہرایا ہے نا تم نے مجھے یہاں بھی عیش سے زندگی گزاری اور آخرت بھی تمہاری' میرا کیا ہو گا۔ مجھے گناہوں کی راہ پر ڈال کر تم خود جنت جیتنے چل دیے۔ مجھے گناہوں پر ڈال کر اپنی مغفرت طلب کرنے لگے۔" وہ روتے روتے کارپٹ پر بیٹھ گئی تھی۔ وہ اس کے قریب آیا تھا۔

"مجھے معاف کر دو۔" وہ پنجوں کے بل بیٹھ کر بولا تھا۔

"مجھے تم سے نفرت ہے۔"

"مجھے تم سے محبت ہے۔"

"میں تمہارے ساتھ نہیں رہنا چاہتی۔"

"میں تمہارے ساتھ ہی رہنا چاہتا ہوں۔"

"تم میرے ساتھ خوش نہیں رہو گے۔"

"میرے ساتھ تم خوش رہو گی۔"

"میں تمہاری شکل دیکھنا نہیں چاہتی۔"

"پر میں صرف تمہیں ہی دیکھنا چاہتا ہوں۔" وہ دل کھول کر رو رہی تھی۔ اس نے اپنا ہاتھ اس کے بازو پر رکھ دیا تھا وہ جی جان سے لرز اٹھی تھی ایک دفعہ ہاتھ چھونے پر وہ اس کی کیا درگت بنا گئی تھی۔ اسے یاد تھا پر اب حالات بدل گئے تھے اس نے وہ ہاتھ اس کے سر پر رکھ کر اس کا سر تھپتھپایا تھا۔ ان بارہ برسوں میں وہ پہلا شخص تھا جو اس کے درد کا مداوا بنا تھا۔ اس درد کا جو اس نے جگایا تھا۔ وہ رو رہی تھی اسے اپنی شکست رلا رہی تھی۔

وہ کیا سوچتی رہی تھی اور کیا ہو گیا تھا۔ سارا کھیل ہی الٹا ہو گیا تھا۔ تقدیر نے اس کا ظن اسی طرح کرنا تھا۔ لیکن یہ ظن شکست بن کر منہ چڑا رہا تھا۔

☆ ☆ ☆

اس کے ساتھ رہنا ایک کے لیے ایک کڑی آزمائش تھی۔ لیکن خود کو دوزخ کی آگ سے بچانے کے لیے یہ آزمائش بھی جھیلنی تھی۔ وہ تو جنت کا اہل ہوتا اور وہ دوزخ کی بھٹی میں سلگ رہی ہوتی۔ جسے دوزخ کی آگ میں جلتا دیکھنا چاہتی تھی وہ تو جنت کی تیاری کر رہا تھا۔ اور وہ جو جنت کی آس لیے بیٹھی تھی سیدھی دوزخ میں جا گرے یہ سودا منظور نہ تھا اسے۔

گاڑی اسٹارٹ کر کے شفاف سڑک پر ڈالے وہ اپنی الجھی سوچوں میں گم تھی جب اس کی آواز نے اس کی سوچوں کے تسلسل کو توڑا۔

"تم نے مجھ پر بڑا اعتماد کیا ہے۔ حالانکہ میرے جیسے انسان پر تو۔۔۔ اگر تمہاری جگہ میں ہوتا تو ایسا ہرگز نہ کرتا ہر دل میں خوف خدا ہو تو شاید بڑے گناہ ہی نہ ہوں۔" وہ ونڈ اسکرین پر نظریں جمائے کہہ رہا تھا۔

"صرف اور صرف اللہ کے خوف سے ہی میں نے تمہیں جانے دیا ہے۔ ورنہ میں کس قدر بری ہوں میں کس قدر ظالم ہوں اس کا تمہیں اندازہ ہی نہیں ہے۔ ایک برے سے برا مسلمان بھی اپنے اندر اتنا ایمان رکھتا ہے کہ کسی گناہ گار کو اللہ کے سامنے گڑگڑاتے دیکھ کر چنگیز خان نہیں بن سکتا کہ جس کی کتاب میں معافی کا لفظ ہی نہ آتا ہو صرف۔۔۔" کچھ پل رک کر بولی۔

"صرف اللہ کے خوف نے بچایا ہے تمہیں۔ میرے جیسوں کے اندر اگر جھانک لیا جائے' اگر میری سوچ کو پڑھ لیا جائے تو تمہیں اپنی سوچ کی پاکیزگی پر فخر محسوس ہونے لگے گا۔ جس عورت کو ایک انسان کی عبادت ڈھونگ لگتی ہو۔ اس کی سوچ پاکیزہ ہو ہی نہیں سکتی۔" اس کی آواز میں رقت سی محسوس ہو رہی تھی۔

"میری سوچ کی غلاظت کو دیکھو۔ تمہاری عبادت کو میں یہاں سے نکلنے کے ڈھونگ پر محمول کرتی رہی یہ ہے کردار۔" وہ رونے لگی تھی۔ آج تک وہ اس

عورت سمجھ نہ پایا تھا۔

ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی بارش کے قطرے ونڈ اسکرین پر جمنے لگے تھے۔ شیشے کے پار سے آتے جاتے لوگوں کو وہ دیکھ رہا تھا اس وقت اس کے دل میں پیدل چلنے کی شدید خواہش جاگی تھی۔ بعض اوقات کسی نعمت کا احساس اس وقت ہوتا ہے جب وہ ہمارے پاس رہتی نہیں۔ آج جب وہ اتنے عرصے بعد باہر کی دنیا کو دیکھ رہا تھا تو اسے کوئی انوکھا احساس محسوس تک نہ ہوا۔ اگر کوئی احساس تھا تو وہ ساتھ بیٹھی عورت کا تھا۔

"آپ نے کہاں اترنا ہے۔" ایک بار پھر وہ شاید اپنی نفرت کو دبا نہ سکی تھی۔

"میں تمہارا گھر دیکھنا چاہتا ہوں۔ میں بتا چکا ہوں تمہیں۔" وہ ہنوز اپنے فیصلے پر قائم تھا۔ وہ اسے اپنے ساتھ لے آئی تھی۔ جس جگہ گاڑی رکی تھی اسے دیکھ کر اسے احساس ہونے لگا تھا کہ وہ اسے اپنے گھر دکھانے لے ہی آئی ہے۔ سرخ اینٹوں والے صحن کو عبور کر کے وہ دو کمروں والے اس گھر کے بڑے کمرے کی طرف بڑھے تھے۔

"تمہارے گھر والے ...." کمرے میں رکھی چیئرز میں سے ایک پر بیٹھتے ہوئے وہ بولا تھا۔ جواباً وہ اسے تیز نظر سے گھور گئی تھی۔ کچھ لمحوں بعد بولی تھی۔

"اب تم آزاد ہو۔" اس جملے میں پوشیدہ مفہوم کو وہ جان گیا تھا وہ اسے جانے کا کہہ رہی تھی کچھ پل کی خاموشی کے بعد وہ اٹھا اور کہنے لگا۔

"میں جا رہا ہوں پھر آنے کے لیے۔" اس کے جاتے ہی وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی جو کچھ اس نے کیا، جتنی جدوجہد اس نے کی وہ سب اس طرح ضائع ہو جائے گی بغیر اسے کوئی بڑی سزا دیے' اس کمرے کی خاموشی کو اس روتی عورت کی آواز توڑ رہی تھی۔ کچھ پل بعد اس آواز میں شکوے شکایت اور پھر چیخوں کی آمیزش شامل ہو گئی تھی۔

☼ ☼ ☼

اس کو گئے پندرہ دن بیت چلے تھے اس نے اسے دھوکہ دیا تھا اس نے ایک بار پھر اسے بے وقوف بنا دیا تھا اسے یہی لگ رہا تھا۔ اس نے ہمیشہ اس کی سلامتی کی دعائیں مانگی تھیں پر آج رات اس نے پہلی بار اس کی موت کی تمنا کی تھی وہ اسے سسکتا مرتا دیکھنا چاہتی تھی۔

اس کے آنے پر جیسے زندگی واپس آئی تھی۔ خاندان بھر میں بھونچال سا آیا تھا۔ ہر ایک کے لبوں پر ایک ہی سوال تھا اس کی روپوشی کا۔ وہ سب کو ٹال رہا تھا۔ وہ کسی کو بتا نہیں پا رہا تھا۔ باپ نے بھی سب کو کچھ پوچھنے سے منع کر دیا تھا۔ پھر کچھ دن بعد اس نے اپنے باپ کو سب کچھ بتا دیا تھا۔ جو اصل تھا جو حقیقت تھی۔ اس کے اٹل فیصلے کو جانچ کر اس کا باپ مان گیا تھا۔

"فی الحال تم اسے ڈیفنس والے گھر میں لے جاؤ کچھ عرصہ بعد اس کو یہاں لے آئیں گے۔" اس نے باپ سے یہ نہیں کہا تھا کہ وہ اس کو کڈنیپ کروا چکی تھی بلکہ اس نے اسے خود اس کے ساتھ رہنے کا بتایا تھا۔

"تم اتنے عرصے ہم سے چھپ کر اس کے ساتھ رہے ہمیں زمانے بھر میں ذلیل کیا اگر تم کہہ دیتے تو ہم اس وقت اس معاملے کو ڈیل کر لیتے۔" باپ کی بات پر وہ خاموش ہی رہا تھا۔ اس کی ماں نے شروع میں واویلا تو کیا پر شوہر کے قطعی اور حتمی فیصلے پر وہ بھی خاموش ہو کر بیٹھ گئی۔

☼ ☼ ☼

وہ باتھ روم سے نکلا تو اس نے اسے اپنے بیڈ پر بے تکلفی سے لیٹے دیکھ کر یکدم اپنی نظریں پھیر لیں۔

"تم نے تو نہ ملنے کی شاید قسم کھائی ہے۔" اسے دیکھ کر وہ بیٹھتے ہوئے شکوہ کر گئی تھی۔ وہ اس کے بدلے بدلے رویے کو کب سے نوٹ کر رہی تھی وہ اس سے کترایا کترایا سا تھا۔

"تم بدل گئے ہو۔" اس نے ایک بار پھر شکوہ کیا۔ اس کے دل میں عجیب سی اتھل پتھل ہوئی تھی۔

"پتا نہیں۔" اس نے مختصراً کہا۔

"بتاؤ تم کیا مسئلہ ہے تمہارے ساتھ کیا تم کسی اور

میں انڈر سٹڈ ہو۔" وہ اٹھ کر اس کے پاس آئی تھی۔

"پلیز ثنا۔۔۔ ایسی کوئی بات نہیں۔" اس نے ٹالا تھا۔

وہ پلٹ کر جانے لگا کہ وہ اس کے سامنے آئی۔

"پلیز تم ایسے روڈ کیوں ہو رہے ہو میرے ساتھ۔" یکدم اس نے اپنا سر اس کے سینے پر رکھ دیا تھا۔ اس کے وجود میں کرنٹ دوڑا تھا۔

"پلیز دور رہو۔" اس نے اسے خود سے دور ہٹایا تھا اور بڑے بڑے قدم اٹھا کر وہاں سے چلا گیا تھا۔

☼ ☼ ☼

وہ گھر کے اندر داخل ہوا تو وہ اسے سامنے تخت پر لیٹی نظر آئی تھی۔ آنکھوں پر بازو رکھے وہ شاید سو رہی تھی تبھی اس کے مخاطب کیے جانے پر بھی ہنوز خاموشی قائم تھی۔ دوبارہ پکارے جانے پر وہ جیسے بے دار ہوئی تھی۔ آنکھیں کھول کر ہاتھ ہٹا کر اس نے جو اسے اپنے قریب کھڑے دیکھا تو یکدم گڑبڑا کر اٹھی آج پہلی بار اس نے اسے بغیر چادر کے دیکھا تھا۔ وہ زبردست فگر کی مالک تھی۔ اس کی دلکشی اور رعنائی کسی کو بھی پاگل کر سکتی تھی وہ جیسے سکتے کی حالت میں تھی۔

ان پندرہ سولہ دنوں میں اس نے کیا کچھ نہ سوچا تھا۔ کل رات تو اس نے اسے موت کی بددعائیں تک دی تھیں۔ ایک اور گناہ۔۔۔ وہ سوچ میں غرق ہو گئی۔ اسے لگ رہا تھا کہ وہ گناہ کی عادی ہو گئی ہے۔ جس طرح کوئی نشے کا عادی ہو جاتا ہے بالکل اسی طرح۔ وہ شخص جنت تک جانے والے راستے کی سیڑھی کے ایک ایک اسٹیپ پر قدم رکھ رہا تھا اور وہ زمین پر کھڑی سیڑھی کے مقام سے ایک ایک قدم پیچھے چل رہی تھی۔ افضل کون تھا؟ وہ یا وہ سامنے کھڑا مرد۔ اسے تو یقین تھا کہ وہ نہیں آئے گا اور یہ گناہ ہی اسے شاید جہنم کا حق دار ٹھہرائے پر وہ یقین۔ کہاں گیا وہ یقین۔ ایک بار پھر شکست۔ ایک بار پھر اس مرد کی جیت۔

"میں تمہیں لینے آیا ہوں۔" وہ دم بخود اپنا محاسبہ ہی کرتی جا رہی تھی۔

ایک اور گناہ کا احساس نمی کی صورت بننے لگا تھا۔

"پلیز مت رو چلنے کی تیاری کرو۔" وہ اس کی رنجیدگی اس کے دکھ کو بخوبی سمجھ رہا تھا۔ گاڑی سے ٹیک لگائے وہ اس کا انتظار کر رہا تھا۔ زین پہلے ہی گاڑی کے اسٹیرنگ تو کبھی ڈیش بورڈ کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ وہ شیشے کے پار کے مناظر میں کھوئی ہوئی تھی۔

گھر بہت اچھا تھا ویل ڈیکوریٹڈ۔

"پاپا یہ ہمارا گھر ہے۔" زین حیرت بھرے انداز سے بولا تھا۔

"ہاں یہ میرے بیٹے کا ہے۔" اسے بازوؤں میں اٹھاتے ہوئے اس نے کہا تھا۔

رات وہ الگ بیڈ روم میں سوئی تھی۔ وہ آخری بار اس مرد کو پرکھنا چاہتی تھی۔ اس مرد کو جو عورت کے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ جن حالات میں وہ بدلا تو وہاں کی تنہائی بھی اس کے بدلنے کا سبب بن سکتی تھی یا پھر دنیا سے کٹ کر اپنا محاسبہ اسے وقتی طور پر اچھائی کی راہ پر ڈال گیا تھا وہ اس کی اچھائی پر یوں دل سے ایمان نہیں لا سکتی تھی۔ وہ اس کے نفس کو پرکھنا چاہتی تھی۔ وہ ضبط کے کن مرحلوں سے گزر سکتا ہے وہ اس کے ضبط کو آزمانے چلی تھی۔ وہ اس وقت اس کی آزمائش پر تلی بیٹھی تھی یہ بھول رہی تھی کہ آزمائش میں ڈالنا رب کریم کا کام ہے۔ اس کی حیثیت تھی کیا اس کی عقل پر پتھر پڑ گئے تھے ان پتھروں کو سرکانے والا بھی وہی تھا۔

☼ ☼ ☼

"تم میرے ساتھ اچھا نہیں کر رہے۔ تم نے میرے ساتھ بہت برا کیا ہے۔" ثنا مسلسل رو رہی تھی۔ اس نے کسی کے ساتھ بھی اچھا نہیں کیا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا۔

"تم تو کہتے تھے کہ تم صرف مجھ سے محبت کرتے ہو۔" وہ تنفر سے چلا اٹھی تھی۔

"مجھے کیا خبر تھی کہ تمہیں ہر عورت اچھی لگتی

ہے۔ چاہے پچاس برس کی ہو یا بچوں کی ماں۔" اس کا تلخ لہجہ اسے اندر سے کاٹ گیا تھا۔

"مگر تمہیں اس سے محبت تھی تو مجھ سے محبت اور منگنی کا ڈرامہ کیوں رچایا تم نے۔ کیا ضرورت تھی تمہیں محبت کا کھیل کھیلنے کی کیا ملا تمہیں میری زندگی تباہ کرکے۔ کیا خوبی ہے اس میں کہ جس کے لیے تم نے مجھے چھوڑ دیا۔ مجھے تکلیف دی۔ کتنا دور کر دیا ہے اس نے تمہیں مجھ سے۔"

"مجھے معاف کر دو میں___"

"معاف کر دوں۔" وہ آنکھوں میں تلخی لیے ناقابل یقین انداز سے بولی۔ پھر وہ اس کو تکلیف دینے کے لیے بازلہ کو گالیاں دینے لگی۔ کوسنے لگی۔

"اس کو کچھ مت کہو۔ مجھے گالیاں دو۔ مجھے طعنے دو۔ تم تو خوش قسمت ہو کہ مجھ جیسے گناہ گار سے تمہارا رشتہ ٹوٹ گیا۔ بدقسمت تو وہ ہے جس کو مجھ جیسا گناہ گار ملا ہے۔ گناہوں کے ڈھیر پر کھڑا۔ تم چند دن بعد مجھے بھول جاؤ گی لیکن وہ عورت مجھے ساری زندگی بھول نہ پائے گی۔" وہ ایک ملامتی — نگاہ اس پر ڈال کر اس کے دیے گئے سارے کارڈز اس پر پھینک کر چلی گئی تھی۔

کارڈ پر جو تاریخ تھی وہ اسے ماضی میں لے گئی جب وہ دونوں ایک فائیو اسٹار ہوٹل گئے تھے۔ جہاں ایک پاگل عورت نے اس کی گاڑی کے شیشے کو توڑا تھا۔ جب وہ باہر نکلا تو وہ عورت بھاگ گئی تھی شاید اس عورت نے جان بوجھ کر شیشہ توڑا تھا۔ اور بھاگ گئی تھی۔ یکدم سے ذہن کے پردے پر ایک نام لہرایا تھا۔ دل و دماغ میں ایک جھماکا ہوا تھا وہ پاگل عورت کون تھی اسے ابھی معلوم ہوا تھا۔

☼ ☼ ☼

آٹھ مہینے ہوئے تھے یہاں رہتے ہوئے وہ اس کی بے رخی کو سہہ رہا تھا' اس لیے کہ اس نے اس سے یہی کہا تھا کہ وہ اس کی جانب سے دی گئی ہر سزا کو سہے گا۔ اب جو سزا وہ دے رہی تھی وہ اسے منظور تھی۔

اسے اس سے کوئی شکایت نہیں تھی اگر وہ اس سے بولتی نہیں تھی تو بھی کوئی شکایت نہیں تھی۔ بس اس کے لیے اتنا ہی کافی تھا کہ یہاں اس کی صورت اسے دیکھنے کو مل جاتی تھی۔ وہ اسے جی بھر کر دیکھ سکتا تھا۔

"آپ نے بلایا تھا۔" وہ اندر آکر پوچھنے لگی تھی۔

اس کی آواز کسی قسم کے تاثر سے عاری تھی۔ جذبات سے عاری آواز اس کے جذبات کو تیزاب ڈال کر خاکستر کر دینے والا ہی تھا۔

"اگر ایک کپ چائے بنا دو۔" اکثر اس قسم کی چھوٹی بڑی فرمائشیں اس سے کرنے لگا تھا زین اسے کب سے اٹھا رہا تھا۔

"بابا اٹھو نا باہر جاتے ہیں۔" وہ ضد پہ ضد کیے جا رہا تھا۔ ناچار اسے اٹھنا پڑا۔

"مجھ پر گئے ہو جب ایک کام کے پیچھے پڑ جاؤ تو اسے کرا کے دم لیتے ہو۔" چائے لاتی ان الفاظ پر وہ سکتے میں آگئی تھی۔ وہ اسے سنا گیا تھا۔ وہ دل ہی دل میں نفرت سے سوچنے لگی تھی۔ ایک تحقیرانہ نگاہ اس پر ڈال کر اس نے کپ سینٹرل ٹیبل پر پٹخ دیا تھا۔

"تمہاری اولاد ہے تم پر تو جائے گا ہی۔"

"بس غلطی ہو گئی۔" اس نے ہاتھ میں کپ اٹھاتے ہوئے کہا۔

"بابا آپ کے شوز۔"

"لے آؤ نا یار میرے ہاتھ میں کپ ہے۔" اس نے بغیر پلٹے جواب دیا۔ زین اس کے شوز اٹھائے اس کے پیچھے پیچھے چل دیا تھا۔

☼ ☼ ☼

وہ اپنے دوستوں کے پاس رات دیر تک رہا تھا۔ چونکہ اتوار کا دن تھا' تھا تو وہ صبح کی نماز پڑھ کر دیر تک سویا رہا تھا۔ وہ سہ پہر بارہ بجے کے قریب اس کی آنکھ کھلی۔ وہ کچن میں آیا۔ وہ اپنے کام میں مصروف تھی۔

"چائے بنا دو۔" اس نے فریج کھول کر پانی کی بوتل نکالی تھی۔

"رات کہاں رہے ہو۔" اس کے سوال نے دماغ

میں سنسنی سی دوڑا دی تھی۔

"میں رات کو ہی واپس آیا تھا۔"

"تین بجے رات نہیں آدھی رات ہوتی ہے۔" اس نے اس کی آنکھوں میں براہ راست دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ وہ پانی کی بوتل سے پانی گلاس میں انڈیلنے لگا تھا۔

"جواب دو مجھے۔" اس نے ہاتھ مار کر گلاس بوتل سے دور ہٹایا تھا جس سے پانی چھلک کر اس کے کپڑوں پر گرا تھا۔

"میں دوستوں کے پاس تھا۔"

"کیوں تھے وہاں۔" اگلا سوال اور بھی زیادہ ترش تھا۔

"بس ایسے ہی کافی عرصہ بعد ملے تھے تو۔۔۔"

"تم مجھے بے وقوف نہیں بنا سکتے۔" اس نے غصہ بھری نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ اس نے خاموشی سے بوتل فریج میں رکھی اور کرسی گھسیٹ کر اس پر بیٹھتے ہوئے بولا۔

"تمہیں یقین نہیں آرہا تو میں کیا کر سکتا ہوں ہاں اگر ان دوستوں سے پوچھ کر اپنی تسلی کرنا چاہتی ہو تو میں ان کے نمبرز تمہیں دے دیتا ہوں بات کر لو ان سے۔" اس نے گویا بات ہی ختم کر دی تھی۔

اسے یہاں آئے دو برس بیت چکے تھے۔ ان دو برسوں میں اس نے اس کے رویے میں کوئی فرق نہیں پایا تھا۔ وہ اس کے نفس کو پرکھنے میں لگی تھی اس کی پارسائی کی آزمائش اس کے لیے خود بڑی آزمائش بن گئی تھی۔ ان دو برسوں کی آزمائش پر وہ اپنے رب سے ہزار معافیاں مانگ چکی تھی۔ ہر رات فرشتوں نے اس پر لعنت بھیج کر اس کے نامہ اعمال میں گناہ کی فہرست میں اضافہ لکھا ہو گا۔ وہ خود کو آگ میں جھونک رہی تھی۔ کیا وہ شخص اس قابل ہے کہ وہ ہر آزمائش میں ثابت قدم ثابت ہو رہا ہے اور اللہ اسے دن بہ دن ہدایت دے کر اسے جنت سے اسٹیپ بائے اسٹیپ قریب تر کر رہا ہے۔

"کیا وہ نیک ہے۔ نہیں تو پھر وہ کیوں اچھے اعمال دکھانے لگا۔ اگر وہ نیک ہے تو پھر اس نے میرے ساتھ برا کیوں کیا تھا۔" ایک بار پھر اس کے زخموں سے لہو رسنے لگا' وہ اسے ناقابل معافی لگا تھا۔

☼ ☼ ☼

آج وقت ایک بار پھر اسے ماضی میں دھکیل گیا تھا۔ آج پھر پرانے زخم تازہ تھے جو پانی کی صورت آنکھوں سے خارج ہو رہے تھے۔ آج اس نے اتفاقاً" ایک مارکیٹ میں اپنی ماں اور بہن کو دیکھا تھا ان کو دیکھ کر وہ شاک میں تھی۔ اس کیفیت سے وہ اس وقت نکلی جب وہ رکشا میں بیٹھ کر روانہ ہوئیں۔ وہ بھی ٹیکسی میں بیٹھ کر ان کا پیچھا کرتے ہوئے ان کے گھر تک آئی تھی۔ وہ ایک گنجان پر نہایت گندی بستی میں رہائش پذیر تھیں۔ تین مرلے کا گھر باہر سے ہی خستہ حالی کا شکار لگ رہا تھا۔ وہاں سے آنے کے بعد وہ کافی دیر تک مضطرب رہی تھی۔

اپنا وجود' اپنی کم مائیگی اسے بہت بے چین کر رہی تھی۔ کیا وہ صرف آزمائشوں کے لیے آئی ہے کیا وہ ایک نارمل عام انسان کی سی زندگی نہیں گزار سکتی۔ کمرے میں ٹہل ٹہل کر وہ یہی سوچ سوچ کر ہلکان ہو رہی تھی۔

☼ ☼ ☼

وہ پودوں کے پاس بیٹھی دبی دبی آواز میں روتی خود کلامی میں مصروف تھی کہ اچانک جوتوں پر نظر پڑتے ہی سر اٹھا کر دیکھا وہ چہرے پر تشویش لیے اسے دیکھ رہا تھا دھیان آتے ہی یکلخت اس نے اپنے آنسو صاف کیے تھے۔ اسے بیٹھے دیکھ کر وہ اٹھنے لگی جب وہ بولا۔

"پلیز بیٹھو اور مجھے بتاؤ کہ تم کیوں رو رہی ہو۔" اسے کچھ نہ بولتے دیکھ کر وہ پھر سے کہنے لگا۔

"پلیز صرف ایک بار بیٹھ کر میری بات سنو۔ صرف ایک بار۔" وہ سرد جذبات لیے جیسے پگھلنے کا نام تک نہ جانتی تھی۔

"چاہے زندگی بھر مجھے کبھی نہ سنو پر آج تو۔۔۔" وہ

یا سے اس کے قریب بیٹھ گئی۔
تم یہاں بیٹھی کیوں رو رہی تھیں۔" وہ وجہ جاننے
بے چین ہو رہا تھا۔ اس نے دیکھا تھا اس کے
ں میں کپکپاہٹ واضح طور پر محسوس کی جا سکتی
. وہ راسلک کے ہرے سوٹ میں ملبوس تھی۔
کا دوپٹہ سر پر جما دیتی تھی لیکن کچھ دیر بعد پھر سے
ے جاتا۔ اس کے لمبے ریشمی بال ہیر بینڈ میں
ے اس کی ساری پشت پر بکھرے اس کے حسین
و اور دلکشی و رعنائی بخش رہے تھے۔ نہ چاہتے
؛ بھی وہ اپنی نظریں اس کے حسین سراپے سے
ں پا رہا تھا۔
اگر کوئی مسئلہ ہے تو مجھ سے کہو۔" اس کے جملے
یا اس کے اندر آگ لگائی تھی جھٹکے سے سر اٹھا
ایت ترشی سے بولی۔
بہت سارے مسئلے ہیں کون کون سے حل کرو
ا۔" وہ ضبط کی تمام حدوں کو توڑ رہی تھی۔
ہر مسئلہ تم نے پیدا کیا ہے۔ کیا کر سکتے ہو میرے
ے مسائل حل تم۔ میرے مسئلے تو اس بد قسمت
لک محدود تھے۔ یہاں کیا مسئلہ ہے مجھے۔ میرا گھر
ے چھن گیا۔" وہ ہچکیوں سے تیز آواز میں رونے
لی۔
میری ماں کی آنکھوں میں میرے لیے کتنا بے گانہ
ہے یہ میں جانتی ہوں۔ وہ اتنے برس بعد بھی مجھ
ت نہیں کرتی اب تک وہ مجھے قصوروار سمجھتی
مجھ سے نفرت کرتی ہے۔ کوئی میرے زخموں کو
ی کوشش نہیں کرتا۔ میرے زخم پھیلتے جا رہے
کسی کے دل میں میرے لیے رحم نہیں ہے۔
ماں تک کو مجھ پر رحم نہیں آتا۔" وہ اب دھاڑیں
کر رو رہی تھی اس نے کبھی بھی اسے اس طرح
؛ نہیں دیکھا تھا۔ بے خودی کی کیفیت میں اس
ے شانوں سے پکڑ کر ایک دو ہلکے جھٹکے دے کر
رونے سے روکا تھا۔
تم بے قصور ہو۔ سب کیا دھرا کلیدان کا ہے۔
ن کتنا بڑا درندہ ہے کہ جس نے تمہیں گلیشیئر

بنا دیا ہے۔ کتنا زہریلا ہے کہ جس نے تمہارے وجود میں زہر بھر دیا ہے۔ کلیدان سے مت پوچھو۔ کلیدان تمہارا مجرم ہے۔ کیا کرے کلیدان ان لوگوں کو کون سی زبان سمجھ میں آئے گی۔ کلیدان کتنی صفائی دے۔ کون سے الفاظ استعمال کرے کہ ان لوگوں کو یہ یقین آجائے کہ ہاں کلیدان ہی گناہ گار ہے۔ تمہاری ماں کو یقین آئے کہ ہاں یہ ہی ہے مجرم اس سے نفرت کرو یہ ہے کمینہ انسان خطاکار گناہ گار۔ اسے پتھر مارو سنگسار کرو۔ اس عورت کو چھوڑ دو جو پاک ہے صاف ہے۔ جو پاکیزہ صبح کی طرح اجلی ہے۔ کیوں سب اس عورت کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ جان بھی دے تو بھی کوئی یقین نہیں کرے گا۔ دنیا کو چلا چلا کر بتائے تو اس عورت کے شفاف کردار پر دھبا پڑتا ہے۔

اگرچہ کرنا تو یہی چاہیے کہ کلیدان کی یہ ظاہری ناموس عزت و شہرت مٹی میں مل جائے۔ کیا کرے کلیدان کتنا بے بس ہے۔ کیوں نہیں تمہاری ماں سمجھتی یہ بات۔ کیوں نہیں سمجھتے سب کہ وہ جس عورت کے خلاف بول رہے ہیں کلیدان کے نس نس میں وہ عشق بن کر رہتی ہے۔ کیوں کلیدان کو سب تکلیف دیتے ہیں۔ تمہاری ماں تمہیں نہیں مجھے تکلیف دیتی ہے۔ اس کی دشمن تم نہیں میں ہوں۔ اسے پتا ہے کہ کلیدان کی جان اس عورت میں ہے۔ مجھے مارنے کے لیے وہ تمہیں مار رہی ہے۔ کلیدان کسی کو کیا بتائے کہ اسے موت سے ڈر لگنے لگا ہے۔ دن رات موت کے خوف میں مبتلا اپنی زندگی کے دن گنتا رہتا ہے۔" اس کے قریب بیٹھی عورت نے اس کی بند آنکھوں سے مسلسل بہتے آنسوؤں کی جھڑی دیکھی تھی۔ اس کی آنکھوں سے نکلتے آنسوؤں نے اس کی شرٹ بھگو دی تھی۔ زندگی میں پہلی بار اس عورت کے دل میں اس شخص کے لیے رحم کا جذبہ در آیا تھا۔ اس شخص کی مانگی گئی دعا قبول ہوئی تھی۔ یہاں بھی جیت اس شخص کی ہی ہوئی تھی۔

☼ ☼ ☼

ال اسنے جب پہلی بار اسے اپنے گھر میں دیکھا تھا تو

گویا پتھر کا بت بن گئی تھی۔ کچھ دیر تک تو وہ شدید شاک میں رہی تھی پھر اس کیفیت سے خود کو نکال کر بنا اس کے سلام کا جواب دیے اندر کمرے میں چلی گئی۔
جبکہ صوفیہ اس سے رسمی سی بات چیت کرتی رہی پھر وہ وہاں اکثر و بیشتر جانے لگی تھی۔ اگرچہ اس کو معلوم تھا کہ اس کی ماں اب بھی یا شاید زیادہ ہی نفرت کرتی ہے لیکن وہ اپنے دل کو نہ روک پائی تھی۔ وہاں چلی جاتی تھی۔ صوفیہ کے رشتے کے لیے کئی دنوں سے عورتیں آرہی تھیں۔ لڑکا میٹرک پاس تھا اور کسی کی دکان پر سیلزمین تھا۔ وہ اس رشتے پر کلس کر رہ گئی تھی۔ اس کی یہ خلش مٹتی ہی نہ تھی کہ صرف اس کی وجہ سے اس کی بہن پڑھ نہ پائی ورنہ آج کئی اچھے اچھے رشتے آجاتے۔ وہ تھی صوفیہ کی مستقبل کی دشمن۔ اس کے حال کی دشمن۔ وہ جو معصوم حسین تھی اس کی قسمت کیسی نکلی اور وہ جو گناہ گار تھی ایک امیر شوہر کے ساتھ عیش و آرام کے مزے لوٹ رہی تھی۔ اس نے اپنے ہاتھوں سے اپنی بہن کو تاریکیوں میں دھکیلا تھا۔ وہ بہت سفاک تھی وہ سوچ رہی تھی۔
آج صوفیہ کا نکاح تھا اس نے خود ہی وہاں جانے کا تہیہ کر لیا تھا۔ گاڑی میں بیٹھی وہ اپنی ہی سوچوں میں غرق تھی جب اس کی آواز نے اسے سوچوں کی عمیق وادیوں سے نکالا۔
"سنی کا خیال رکھنا ہے۔" یہ جملہ اسے اتنا ناگوار گزرا شاید کبھی کوئی گزرا ہو۔
"مجھے اچھی طرح پتا ہے کہ کیسے خیال رکھنا ہے۔ اس ایک دو برس میں یہ مت سمجھو کہ تمہاری محبت میری محبت سے کہیں زیادہ ہے۔ دس برس کی دیکھ بھال ایک دو برس کی دیکھ بھال سے کم نہیں زیادہ ہوتی ہے۔" اس کے الفاظ اسے برچھی کی طرح لگے تھے۔ جو جسم و روح کو کاٹتے چلے گئے تھے۔
"آئی نو ڈیئر۔" شیشے کے پار دیکھتے ہوئے جیسے اس نے خود سے کہا تھا۔
"نکاح کس وقت ہوگا۔"
"پانچ بجے۔"
"ٹھیک ہے میں پانچ بجے آؤں گا۔" اس نے اپنی دھن میں جیسے ایک فیصلہ کرتے ہوئے کہا۔
"تم مت آنا۔ میں نہیں چاہتی کہ تم وہاں آؤ۔"
اسے اس سے اتنے سخت الفاظ کی توقع نہ تھی یا اس کی بات سے تکلیف ہوئی تھی یا کیا ہوا تھا اس کے چہرے پر ایک تاریک سایہ لہرایا تھا۔ صوفیہ اس عام سے رشتے کے لائق نہ تھی۔ لیکن تقدیر نے اس کا جوڑ وہیں لکھا تھا۔ صوفیہ سے متعلق اپنی ساری فرسٹریشن اس پر نکال رہی تھی۔ وہ بالکل چپ تھا للذا وہ بھی باقی راستہ خاموش رہی تھی۔
رات بارش کی وجہ سے وہ نہیں آسکے تھے۔ وہ اکیلا ہی گھر پر تھا۔ آج جس طرح اس نے اسے منع کیا تھا۔ اس پر ایک بار پھر وہ اپنی ذات کی بدنما برائیوں کے الم ناک پہلو پر سوچے جا رہا تھا۔ آج پورے گھر میں سناٹا تھا اسے لگ رہا تھا کہ آج اس گھر میں زندگی ہی نہیں ہے۔ زندگی تو وہ عورت تھی جو آج اسے سناٹے بخش گئی تھی۔
"کیا اگر وہ ایک لمحہ کے لیے بھی میری زندگی سے نکل جائے تو میں جی پاؤں گا۔" یکدم سے دل دھڑک اٹھا تھا۔ ایسی دھڑکن جو اپنی ذات کی نفی کر رہی تھی بیڈ پر لیٹا چھت کو تکتا وہ اس عورت کے تصور میں کھویا اپنے دل پر ہاتھ رکھے ہلکے سے مسکرایا تھا۔
"اگر تم میری زندگی میں نہ رہو تو میں میں نہ رہوں گا۔ زندگی مجھ سے روٹھ جائے گی بازلہ۔ مر جاؤں گا میں' ہاں صحیح کہہ رہا ہوں مر جاؤں گا اور اگر میری موت پر تمہاری آنکھ سے ایک آنسو بھی گرے تو میرا عشق قبولیت پالے گا۔" وہ پوری رات تمام تر شدت سے یاد آرہی تھی۔ وہ سو نہیں پا رہا تھا۔
وہ صحیح کہتی تھی۔ "وہ دنیا کا کمینہ انسان تھا۔ وہ اس عورت کے لیے کبھی بھی نہیں سدھر سکتا تھا۔" وہ خود سے سوچتے ہوئے آنکھیں موند گیا تھا۔

☆ ☆ ☆

صبح بے دار ہوتے ہی وہ گھر میں پھیلی وحشت ناک

خاموشی سے گھبرا کر ماں کی طرف آیا تھا۔ وہ جب سے آیا تھا ماں اس کے چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے روئے جا رہی تھی۔

"تم خوش ہو اس عورت کے ساتھ۔ کیا خاک خوش ہو گے خوش انسان ایسا ہوتا ہے کیا حالت بنا رکھی ہے تم نے۔ اپنا حلیہ دیکھا ہے تم نے تمہیں خوار کر رہی ہے وہ۔ تمہارے جیسا بے وقوف ملا ہے اسے' چھوڑ کیوں نہیں دیتے اسے۔ ماں سے زیادہ چاہتے ہو اسے' اس کی خاطر تم ہم سے کتنا عرصہ چھپے رہے اور اب بھی تم ماں سے دور..... یہ حال کر دیا ہے اس نے میرے بیٹے کا کہ صبح سے ان میلے کپڑوں میں دربدر پھر رہا ہے۔"

"امی ایسا کچھ نہیں ہے جو آپ سمجھ رہی ہیں۔" اس نے صفائی دینی چاہی تھی۔

"وہ ماں کے گھر میں ہے۔ اس لیے میں صبح بے دار ہوتے ہی ادھر چلا آیا ان کپڑوں میں' رات سے سر میں درد ہو رہا تھا تو... شاید نیند نہ لینے کی وجہ سے میرا چہرہ کچھ۔"

"تمہاری طبیعت خراب تھی تو اسے بلایا کیوں نہیں۔" اس کی بات کاٹتے ہوئے وہ فوراً" بولی۔

"صرف عیش کرنے کے لیے ہے خدمت نہیں کر سکتی۔ کتنے کمزور ہو گئے ہو۔ مجھے پتا ہے وہ تمہارا کہاں خیال رکھتی ہو گی۔"

"امی ایسا کچھ نہیں ہے۔ وہ خیال رکھتی ہے میرا۔" اس نے تو جیسے اس کی بات سنی ہی نہیں۔

"اسے کیا اگر کچھ ہوا تمہیں تو میرا ہی بیٹا' میرا ہی نقصان ہو گا نا خود تو کسی دوسرے کے ساتھ چل پڑے گی۔" ماں کی یہ بات اسے بہت ناگوار گزری۔ یہاں آنے کا خوشگوار احساس بالکل ختم ہو گیا تھا۔

"امی وہ ایسی نہیں ہے آپ کا بیٹا اس سے بہت محبت کرتا ہے۔ پلیز مت کہیں ایسا۔" اس کے لہجے میں کچھ تھا جو ماں چپ کر گئی تھی۔

☆ ☆ ☆

اس کے فرسٹ کزن کی بیوی اسے دیکھنے اس سے ملنے آئی تھی۔ وہ شکل و صورت اور اخلاق کی بہت زیادہ اچھی تھی۔ اس دوران کلیدان بھی آگیا تھا اور اس سے باتیں کرنے لگا تھا۔

"اچھا تو اتنا لو ہے کہ آپ دونوں نے اس کو ارینج کیا ہے۔" وہ ہنستے ہوئے کہہ رہی تھی۔ اس نے دیکھا تھا کہ اس کی آنکھوں میں نمی آئی تھی۔ کلیدان کو خبر تھی کہ وہ عورت کیوں اندر ہی اندر رو رہی ہے۔ وہ مجبور تھی وہ اس سب کی تردید نہیں کر سکتی تھی۔ اگر تردید کرتی تو کیا جواز پیش کرتی۔ اگر صحیح جواز پیش کرتی تو وہ اس سے زیادہ تکلیف دہ تھا۔ زیادہ مہلک تھا اس کے لیے اس کے بیٹے کے لیے اور اس معاشرہ کے لیے جو اس کو زندہ درگور کر دیتا۔

کلیدان کو پتا تھا کہ وہ اس بات پر رو رہی ہے کہ اسے اس نے کلیدان کی محبت سے تہی کر دیا ہے۔ جو ایسا ہرگز نہیں تھا۔ یہ محبت کی شادی نہیں تھی یہ نفرت کی شادی تھی۔ "ہیٹ میرج" اس کی نظریں خود پر محسوس ہو رہی تھیں اسے یوں لگ رہا تھا کہ جیسے اس کے وجود میں سوئیاں سی چبھ رہی ہوں۔ وہ وہاں سے فوراً" اٹھ کر کچن میں گئی تھی۔ کھانے کا وقت تھا تو اس نے کھانا تیار کیا سب کچھ ڈائننگ ٹیبل پر لگا کر وہ انہیں بلانے آئی تھی۔

"آیئے کھانا تیار ہے۔"

"ارے آپ نے خوامخواہ تکلیف کی۔" وہ بڑی خوش دلی سے مسکرائی تھی۔

"چلیں آئیں آپ تکلیف کیسی۔" اس نے بھی مروتاً" کہہ دیا تھا۔ آج وہ پہلی بار کلیدان کے ہمراہ کھانا کھا رہی تھی۔ ورنہ اس نے کبھی اس کے ساتھ کھانا نہیں کھایا تھا۔

"تم کھا کیوں نہیں رہیں۔" اس نے حفظہ کی موجودگی میں ہی اسے ٹوکا تھا۔ وہ چونک کر ان سب پر ایک نگاہ ڈال کر پھر سے کھانے لگی تھی۔ وہ برائے نام ہی کھا رہی تھی۔ حفظہ اسے بار بار اچار کے ساتھ شغل کرتے دیکھ کر بولی۔

"خیر تو ہے نا۔" اس نے اچار کی طرف اشارہ کرتے

ہوئے بے تکلفی سے کہا تھا۔ وہ یکدم سے ہاتھ روک کے دم بخود رہ گئی۔

"ایسا کچھ نہیں ہے۔" حواسوں میں آتے ہی اس نے دلی آواز میں کہا تھا۔

یہ کہتے ہی اس نے ایک تلخ و ترش نگاہ کلیدان پر ڈالی تھی۔ اسے بے تحاشا غصہ آیا تھا۔ اس نے کیوں نہیں کہا کہ ایسا کچھ نہیں ہے۔ وہ دل ہی دل میں چلا اٹھی تھی۔ رات دس بجے کلیدان نے اسے گھر ڈراپ کیا تھا۔ وہ کمرے میں آیا تو اسے اپنا منتظر پایا۔ اسے دیکھ کر وہ کسی پل کے لیے حیران سا نظر آیا تھا۔

"تم نے حفظہ کو کیوں نہیں بتایا کہ جو وہ سمجھ بیٹھی ہے ایسا نہیں ہے۔" وہ شرٹ کے بٹن کھولتا ہوا اس کے پاس سے خاموشی سے گزرنے لگا تھا۔

"تم سے کہہ رہی ہوں میں۔" اس نے جاتے کلیدان کو اس کی شرٹ سے کھینچ کر اپنی طرف رخ موڑنے پر مجبور کیا تھا۔

"میں نروس ہو گیا تھا۔"

"تم نروس ہو گئے تھے تم نروس ہو سکتے ہو۔ جھوٹ بول رہے ہو تم۔ تم نے جان بوجھ کر نہیں بتایا اگر ایسی کوئی خواہش تمہارے دل میں ہے تو اسے نکال دو سمجھے۔"

"خواہش تو ہے۔" اس کے لبوں سے بے ساختہ نکلا تھا۔ اس کے اس جرات مندانہ جواب پر وہ سکتے میں آ گئی تھی وہ ناقابل یقین نگاہوں سے اسے تک رہی تھی۔ پھر تنی سے کہہ اٹھی۔

"خواہش ہے تو دوسری شادی کر لو پھر چاہے دس پیدا کرو یا بارہ۔" اس وقت غصہ انتہائی عروج پر تھا اسے پتا نہیں تھا کہ وہ کیا کہے جا رہی ہے اس کی بات پر بے ساختہ کلیدان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ شرٹ اتارتے ہوئے وہ ہنوز مسکرائے جا رہا تھا۔

شرٹ اتار کر اس نے صوفے پر ڈال دیا تھا۔

"میں مر جاؤں گی پر تمہاری یہ خواہش پوری نہیں کروں گی۔" اس نے اسے اپنی پشت پر کھڑے محسوس کیا تھا۔

"کون سی خواہش میری دوسری شادی کی یا۔" پھر پھیکی ہنسی ہنستے ہوئے مزید بولا۔

"جو خواہش تھی وہ پوری ہو گئی۔ باقی کوئی خواہش نہیں۔"

"کون سی خواہش۔" وہ غلط مطلب نکال بیٹھی تھی۔ تبھی رخ موڑ کر براہ راست اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے اس نے بڑے سخت لہجہ میں کہا تھا۔ اس کے سوال نے اس کے اوسان خطا کر دیے تھے یعنی وہ غلط سمجھ بیٹھی تھی اس کی بات کے مفہوم کو۔

"تمہارے ساتھ کی خواہش۔"

اس نے دیکھا تھا اس کے چہرے پر اطمینان کی لہر ابھری تھی۔ اس نے رگ و پے میں طمانیت سی محسوس کی تھی۔ وہ مزید کچھ بولے اس کے کمرے سے نکل گئی تھی۔ اس کے سینے سے ایک طویل سانس خارج ہوئی تھی۔ وہ بغیر لباس تبدیل کیے بستر پر اوندھا لیٹ گیا تھا۔

☼ ☼ ☼

کچھ دنوں سے اس کی طبیعت خراب تھی۔ وہ بخار میں تپ رہی تھی۔ وہ اسے بار بار ڈاکٹر کے پاس جانے کا کہہ رہا تھا۔

"اٹھو ڈاکٹر کے پاس چلتے ہیں۔" اس نے اس کی سرخ آنکھوں کو بغور دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"کچھ نہیں ہوا مجھے۔" اس نے گویا بات ہی ختم کر دی تھی۔ اس نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر ٹمپریچر معلوم کرنا چاہا تھا۔ یکدم اس نے اپنا ہاتھ کھینچا تھا۔ اس کے اندر پھر سے ابال اٹھا تھا۔ دہکتا الاؤ۔ اس کے لمس کو وہ کسی طور بھی برداشت نہیں کرتی تھی۔

"تمہیں بخار ہے۔" اس کا لہجہ التجائیہ تھا۔

"کچھ نہیں ہو گا۔"

"پلیز تمہاری لڑائی میرے ساتھ ہے اپنی جان کے ساتھ تو نہیں۔"

"خود کو ماروں گی تمہیں نہیں۔" اس نے طنز کرتے ہوئے کہا تھا۔

"اگر مجھے مارنے سے سکون ملتا ہے تو مجھے مارو خود کو نہیں۔" اس نے بھی ترشی سے کہا تھا۔

"نہ تو مجھے تمہیں مارنے سے سکون ملتا ہے نہ تمہیں اپنے ساتھ دیکھنے پر۔" کچھ پل بعد وہ پھر سے گویا ہوئی۔

"بخار سے انسان کے گناہ دھل جاتے ہیں۔ کیا خبر میرے جیسے گناہ گار کے گناہ بھی دھل جائیں لیکن تم کیوں ایسا ہونے دو گے تم تو چاہتے ہی یہی ہو کہ میں گناہ کی چکی میں پستی رہوں۔" وہ ہسٹریائی انداز میں چلائی تھی۔

"اور کچھ کہنا ہے تو وہ بھی کہو میں سن رہا ہوں۔" اسے پتا تھا کہ وہ صرف اور صرف اسے اذیت اور تکلیف دینے کے لیے نہیں جا رہی ڈاکٹر کے پاس۔

انتقام کی آگ میں اندھی عورت خود کو بھول رہی تھی۔ وہ شیطان کو خوش کر رہی تھی۔ رات بھر وہ اپنا محاسبہ کرتی رہی تھی۔

"جس رب نے مجھے ہر نعمت عطا کی میں اس کے حکم کی خلاف ورزی کر رہی ہوں۔ میں شوہر سے انتقام لینے کے جرم میں کس گناہ کی مرتکب ہوں گی میں۔۔۔ اگر ابھی مجھے موت آگئی اور بنا معافی مانگے میں مر گئی تو کیا ہوگا۔" وہ شدت سے رونے لگی تھی۔

"یا اللہ مجھے موت سے بچا مجھے اتنی مہلت دے کہ میں اس انسان سے معافی مانگ لوں۔ یا اللہ۔" وہ ساری رات یہی کہتی رہی کب غافل ہوئی اسے پتا ہی نہ چلا۔

صبح وہ ایک بار پھر اس کے کمرے میں موجود تھا۔ لیکن اب خاموش کھڑا صرف یہی پوچھنے لگا۔

"تم چل رہی ہو میرے ساتھ یا نہیں۔"

"میں نے تمہیں معاف کر دیا تم مجھے معاف کر دو۔" اس عورت کے الفاظ نے اسے بت بنا دیا تھا۔

"مجھے یقین نہیں آ رہا اتنی جلدی تم نے مجھے معاف کر دیا۔" الفاظ تھے یا بم جو اس عورت کے پرخچے اڑا گئے تھے۔ کیا کہہ رہا تھا یہ شخص وہ سال اسے اتنے کم لگے تھے کہ اس پر وہ خوشی سے جھوم اٹھا تھا۔ اتنا صابر ہو گیا تھا۔ صبر کا چلتا پھرتا نمونہ۔

اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ یعنی اللہ اس کے ساتھ ہے اور میں، دن رات گناہ کی بھٹی میں رلتا وجود۔ وہ اس کی آزمائش کرنے نکلی تھی یہ بھول بیٹھی تھی کہ اس کی آزمائش ہو رہی ہے۔ جس میں وہ اعلا نمبروں سے فیل ہوئی تھی۔ ضبط نفس کسے حاصل تھا۔ اس مرد کو جو اس جیسی نافرمان عورت کو پچھلے تین سالوں سے برداشت کر رہا تھا۔ یا اس عورت کو جو انسانیت کے اعلا معراج پر خود کو سمجھتے ہوئے ضبط و صبر بھول گئی تھی۔ وہ شخص اسے گناہ کی راہ پر ڈال کر خود جنت جیت رہا تھا یہ بے انصافی ہی تو تھی وہ اس سے بدلہ نہیں لے سکتی تھی یہ بے انصافی ہی تو تھی کہ وہ رونے لگی تھی۔ وہ اس شخص کو ہرا نہیں سکتی تھی۔ وہ اسے عبرتناک سزا نہیں دے سکتی تھی۔ بلکہ خود احساس جرم میں مبتلا ہو گئی تھی۔

"کیوں رو رہی ہو۔" وہ اس کے پاس آیا تھا۔

"میری بات سے تمہیں۔۔۔ میں نے تو۔۔۔ قسم لے لو میرا مطلب یہ نہیں تھا کہ مجھے۔۔۔ پلیز میں۔۔۔" وہ اس کے سامنے کھڑا صفائیاں پیش کرنے لگا تھا۔ وہ اس کی آنکھوں سے بہتے رواں اشکوں کو دیکھ رہا تھا۔ وہ اسے روتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا تھا۔

"تم مجھے معاف کر دو۔" ایک بار پھر وہ گویا ہوئی تھی۔

"کس بات کی معافی۔" وہ حیرت سے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔ وہ اٹھ کر اس کے قریب آئی تھی۔

"پلیز کہو تم نے مجھے معاف کیا یا نہیں۔"

"ہاں میں نے تمہیں معاف کیا ہے پر۔۔۔"

"دل سے کر رہے ہو۔" جانے کیا بے خودی سی چھائی کہ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اس کے قریب ہو کر اس کی لٹ کو چھوتے ہوئے بولا۔

"چیر کر دکھاؤں۔" پھر اسی کیفیت میں وہ اس کے ہاتھ کو پکڑ تا اپنے ہونٹوں سے لگانے لگا تھا۔ اس نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا تھا۔ وہ خجل سا ہو کر رہ گیا تھا۔ وہ اب بھی رو رہی تھی۔

"سوری میں نے غلط کیا۔" وہ یہی سمجھ پایا کہ شاید وہ اس کی اس حرکت پر رو رہی ہے۔

"غصہ ہے تو مجھ پر نکالو۔ اپنے ان آنسوؤں پر نہیں۔" وہ انتہائی بے بسی سے بول اٹھا تھا۔

ایک پل کو اس نے اس کی آنکھوں میں دیکھا تھا پھر بنا کچھ کہے آگے بڑھ کر اس کے سینے پر سر رکھ کر دل کھول کر رونے لگی تھی' تقدیر اسی کو کہتے ہیں۔ جن سے آپ بھاگ رہے ہوتے ہیں جن سے آپ فاصلے پیدا کر رہے ہوتے ہیں۔ تقدیر اسے آپ کے پاس لاتی ہے۔ پیدا شدہ فاصلے مٹا دیتی ہے۔ آپ کو ایک کر دیتی ہے۔ وہ اس شخص سے نہیں تقدیر سے لڑ رہی تھی۔ تقدیر سے لڑنے پر اسے منہ کی کھانی پڑی تھی جب تقدیر نے اس کی قسمت میں اس شخص کا نام لکھ دیا تھا تو لکھ دیا تھا۔ اسے ایک پارسا شخص ہی ملنا تھا ایک ایسا شخص جو پھر سے جنم لے گیا تھا۔ ایک ایسا شخص جو بیوی کی موجودگی میں اوروں کو تاڑنے والا نہیں تھا۔ جس نے اپنی زندگی اپنی روح تک اس عورت کے نام لکھ دی تھی۔

وہ تحیر زدہ سا اس کے وجود کو اپنی روح میں تحلیل ہوتے دیکھ رہا تھا۔ وہ اس کے پاس تھی یہ حقیقت جھٹلانے والی نہیں تھی اس کے اندر ہر لمس کے احساس کو مٹانے والے نے اس کے اندر اس مٹے احساس کو پھر سے بیدار کر دیا تھا۔ اس نے اس کے گرد اپنے بازوؤں کا حصار کھینچا تھا وہ اور بھی شدت سے رونے لگی تھی۔ اس نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ وہ اس شخص کے اتنے قریب آئے گی۔ اس کی شرٹ اس کے آنسوؤں سے تر ہو گئی جن سے اسے محبت تھی وہ ان سے دور تھے اور جس سے ہمیشہ نفرت رہی تھی وہ اتنا قریب کہ۔۔۔ وہ اس سے الگ ہونا چاہتی تھی لیکن اس کی گرفت مضبوط تھی۔ اس کی مزاحمت کے جواب میں وہ صرف یہی بولا تھا۔

"پلیز ابھی نہیں۔" اس شخص کی آواز میں بے بسی والتجا تھی یقیناً" اس کی آنکھوں میں نمی بھی تھی۔ وہ حقیقت تھی یا خیال وہ یقین کرنا چاہتا تھا۔

☼ ☼ ☼

وہ ماں کے پاس بیٹھا اس سے ہلکی پھلکی گفتگو کر رہا تھا' باتوں کے دوران ایک بار پھر اسے کوسنے لگی تھی۔

"ایسا جادو چلایا ہے کہ اپنی ماں تک کو بھول گئے ہو۔" حالانکہ ماں بھول رہی تھی کہ وہ ہر شام اس سے ملنے آتا ہے۔ وہ زیر لب مسکرا رہا تھا جبکہ وہ مسلسل اسے کوسے جا رہی تھی۔

"مجھے نہیں پتا تھا کہ اس دو ٹکے کی عورت کے لیے تم ماں اور اپنے گھر کو بھول جاؤ گے۔ اس کا جادو سر چڑھ کر بولتا ہے۔"

"وہ آپ کی بہو ہے۔" وہ مسکرائے جا رہا تھا۔

"وہ صرف تمہاری بیوی ہے۔"

"وہ بہت اچھی ہے ایک بار تو اس سے مل لیں۔ آپ کی خدمت کرے گی۔ آپ کے سر میں تیل ڈال کر مالش کرے گی۔ آپ کی ٹانگیں دبائے گی۔"

"اچھا آسمان سے اتری ہو گی آج کل کے زمانے میں تو ایسی چیز ملنے سے رہی۔"

"اچھا اگر نہ کرے تو مجھ سے کہہ کر دیکھیں' دیکھنا کیسے اسے تیر کی طرح سیدھا کروں گا۔ آپ کی غلام بن کر رہے گی۔ بس ایک بار تو مل لیں پلیز میری خاطر۔" اس نے التجا کرتے ہوئے کہا تھا۔

"پتا ہے مجھے اس کا کتنا نخرہ ہو گا کہ اتنے بڑے خاندان کے بے وقوف نے اس کے لیے سارا خاندان چھوڑ دیا ہے۔" وہ ہنستے ہوئے بولا۔

"ساری دنیا کے لیے نخرہ کرے پر آپ کو نخرہ نہیں دکھائے گی کہہ رہا ہوں نا۔"

"اگر مجھے دیکھ کر ماتھے پر بل بھی ڈال دیے تو۔۔۔"

"تو اسے اس کی ماں کے گھر بھیج دوں گا۔ بس یا کچھ اور۔"

"ٹھیک ہے اگر وہ مجھے اچھی نہیں لگی تو پھر دوبارہ جانے پر مجبور نہیں کر سکتے۔" اس نے ہتھیار ڈالتے ہوئے اپنا فیصلہ بھی سنایا تھا۔

"ہاں پھر نہیں مجبور کروں گا۔" اس نے ماں کے

ہاتھ پر بوسہ لیتے ہوئے کہا تھا۔
"تم کب جائیں گی آپ۔"
"کل شام۔" اس نے ہنس کر ماں کو گلے لگایا تھا۔

☆ ☆ ☆

اس نے اسے ماں کے آنے کے بارے میں بتایا تھا۔ شام کو وہ جلد دفتر سے آیا تھا۔ وہ اسے ڈھونڈتا ہوا کچن میں آیا۔
"کیا کر رہی ہو۔" وہ ریڈ اینڈ بلیک سوٹ میں ملبوس بہت دلکش لگ رہی تھی۔
"ایسے ہی یہ بنا رہی تھی۔" اس نے سموسوں کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا۔ وہ اس کے قریب کھڑا اسے خاصا نروس کر رہا تھا۔ اس کا شانہ اس کے کندھے سے ٹچ ہو رہا تھا۔ کچھ دیر تک وہ اس کے جانے کا انتظار کرتی رہی پھر خود ہی پلٹ کر جانے لگی تو ہاتھ سے اس کا ہاتھ کھینچ کر اس نے اسے اپنے سامنے کھڑا کیا تھا۔
"اگر میری ماں نے تمہاری یہ خاموشی دیکھی نا تو وہ مجھے پاگل کر دے گی۔ ایسے خاموش اور سنجیدہ سی شکل کے ساتھ اس سے ملو گی تو میرا کام تو بن گیا نا۔"
"تو کیا کروں میں۔" وہ حقیقتاً" تشویش زدہ سی ہو گئی تھی۔
"امی کے سامنے تمہارا جادو سر چڑھ کر نہیں بولنا چاہیے وہ تو پہلے ہی تمہیں جادوگر کہتی ہیں۔" دھیرے دھیرے کہتا وہ اسے اپنے قریب کرتے ہوئے اس کے بالوں کو چومنے لگا تھا۔
"جب امی ہوں تو میرے سامنے کم کم آنا۔ پاگل کر دیا ہے مجھے۔"
"سموسے۔" وہ خود کو چھڑاتے ہوئے کہنے لگی تھی۔
"سموسے کی فکر ہے اور میری نہیں۔" وہ یکدم اسے چھوڑتے ہوئے کچن سے نکل گیا تھا۔ جبکہ وہ اس کی اس حرکت پر ششدر رہ گئی تھی۔
پتا نہیں کیوں وہ ناراض ہوا تھا۔ پھر اس کی ماں چلی آئی۔ وہ اس سے بڑی خوش اخلاق سے ملی۔ اس نے اس کے رویے میں تھوڑی سی بے گانگی محسوس کی پر اپنی جانب سے اس نے کوئی کوتاہی نہیں چھوڑی۔
وہ دونوں لاؤنج میں بیٹھے چائے پی رہے تھے جب وہ سنی کے ہمراہ ان کے پاس بیٹھ گئی۔ وہ بنا اسے دیکھے اپنی ماں کے ساتھ باتوں میں مصروف تھا۔ وہ مسلسل اسے نظرانداز کر رہا تھا۔
"ہمارے خاندان میں بہت پڑھی لکھی اور ایک سے ایک حسین لڑکی موجود تھی پر پتا نہیں اسے کیا محبت کی سوجھی کہ۔۔۔ خیر محبت کا بھوت اسی عمر میں چڑھتا ہے۔ پر اس طرح خاندان کی مخالفت۔" ماں کو نان اسٹاپ بولتا دیکھ کر وہ یکدم سے بولا تھا۔
"امی کھانے میں کیا کھائیں گی آپ۔"
"جو بھی ہو۔" بیٹے کا ٹوکنا انہیں اچھا نہیں لگا تھا۔
"امی رات تو یہیں ٹھہریں گی نا۔" اس نے بڑی آس سے پوچھا تھا۔
"نہیں پھر کبھی سہی۔" اس بات پر اس نے محبت سے ماں کا ہاتھ تھام کر سینے پر رکھ لیا تھا۔ یعنی ماں اب ان کے گھر آیا جایا کرے گی۔ وہ اب سنی کے ساتھ گپ شپ میں مصروف تھی۔
وہ کچن میں مصروف پر خاصی الجھن میں تھی کہ۔ بنائے تو کیا بنائے کہ ان کی پسند کا ہو۔ اب ان کی پسند کا اسے پتا نہیں تھا۔ اس لیے کشمکش میں مبتلا کبھی کچھ فریج سے نکال رہی تھی تو کبھی کچھ۔ ادھر وہ بڑا ناراض سا بیٹھا گویا بالکل لاتعلق ہو گیا تھا۔ کچھ دیر تک تو وہ الجھتی رہی پھر اس کے پاس آ کر بولی۔
"آپ سے بات کرنی ہے۔" ایک لمحے کو ذرا سے دیکھتا رہا تھا پھر اس کے پیچھے کچن میں آیا تھا۔
"میں کیا بناؤں امی کو کیا پسند ہے۔" وہ بنا کچھ کہے واپس مڑنے لگا تھا کہ وہ اس کے سامنے آ کر بولی۔
"پلیز مجھے بتائیں کہ میں کیا بناؤں۔"
"مجھ سے کیوں پوچھ رہی ہو۔"
"کیونکہ آپ کو پتا ہو گا۔"
"مجھے نہیں پتا۔" وہ جانے لگا۔

"آپ چاہتے یہی ہیں کہ وہ میرا مذاق اڑائیں یہی بات ہے نا۔" اس کی بات پر وہ گویا جم سا گیا تھا۔ کچھ لمحے تک تو اسی پوزیشن میں کھڑا رہا تھا پھر پلٹ کر بولا۔

"بات سوچ سمجھ کر کیا کرو۔" وہ سنجیدگی سے بولا تھا۔

"سوچ سمجھ کر ہی کہا ہے، تم مجھے نہیں بتا رہے اس کا مطلب یہی ہے۔" وہ ہنوز اپنی بات پر قائم تھی۔

"کہا نا کہ بات سوچ سمجھ کر کیا کرو۔" وہ سخت لہجے میں کہتا اس کے قریب آیا تھا۔

وہ چپ رہی تھی۔ پھر وہ کیا پکانا ہے اسے بتا کر چلا گیا تھا کھانا تیار کرکے ڈائننگ ٹیبل پر لگا کر وہ انہیں بلانے گئی تھی۔ وہ اسے ہنوز ناراض ہی لگ رہا تھا بلکہ پہلے سے زیادہ وہ خاموش اور سنجیدہ سا لگ رہا تھا۔ جانے کیوں اسے کچھ عجیب سی الجھن ہونے لگی تھی۔ سنی دادی کے ساتھ کھانے کے دوران بولتا بھی جا رہا تھا جبکہ وہ مکمل خاموشی سے کھانا کھانے میں مصروف تھا، کھانے کے بعد چائے پی کر وہ اپنے ڈرائیور کے ہمراہ چلی گئیں ___ اور وہ برتن دھو کر کچن صاف کرکے ادھر ادھر پھر رہی تھی۔

وہ جس موڈ میں تھا اسے اس کا سامنا کرنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ عجیب اکھڑا سا رویہ تھا اس کا۔ کافی دیر تک وہ کشمکش میں مبتلا ادھر ادھر وقت گزاری کرتی رہی۔ آج خلاف معمول وہ اسے بلانے دیکھنے بالکل نہیں آیا تھا۔ جب تھکن سے برا حال ہوا تو پہلے تو وہ سنی کے روم میں گئی وہ بے خبر سو رہا تھا اس کے کمرے کا دروازہ بند کرتے ہوئے وہ بادل ناخواستہ اپنے کمرے میں آئی۔ وہ شاید سو رہا تھا۔ لائٹ آف تھی وہ کروٹ لیے ہوئے سو رہا تھا۔ وہ مطمئن ہوتی آکر اپنی جگہ پر لیٹ گئی اور کمبل اوڑھ کر سونے لگی۔ ایک نظر اس نے اس پر ڈالی وہ بے خبر سو رہا تھا۔

جانے کیوں اسے عجیب سی بے چینی لاحق ہوئی۔ جو اس کی سمجھ میں بالکل نہیں آ رہی تھی۔ سوچوں کے لامتناہی تسلسل نے اسے نیند کے جھولے میں ڈال ہی دیا تھا۔

☼ ☼ ☼

وہ جاگی تو وہ اسے بیڈ پر نظر نہ آیا۔ وہ نماز پڑھ کر باہر آئی وہ اسے کچن میں دکھائی دیا تھا۔ وہ اپنے لیے چائے بنا رہا تھا۔

"میں بنا دوں گی۔"

"بنا لی ہے۔" کپ میں انڈیل کر وہ کچن سے نکل گیا تھا۔ وہ اس کے پیچھے چلی آئی تھی۔

"آپ ایسا کیوں کر رہے ہیں۔" اس نے بالآخر کہہ دیا تھا۔

"کیا کر رہا ہوں۔"

"کیا میں نے چائے بنانے سے انکار کیا تھا۔ جو آپ ___"

"کچھ نہیں ہوتا اگر میں اپنا کام خود کروں تو کچھ نہیں ہوگا مجھے۔" لاؤنج میں بیٹھا وہ ٹی وی پر نیوز دیکھ رہا تھا۔ وہ بنا کچھ کہے پلٹ آئی تھی۔

کمرے میں آکر وہ جانے کیوں رونے لگی تھی۔

"آخر اس کا دل بھر گیا۔ آخر وہ اپنی بے وقوفی پر پچھتانے لگا۔ کتنا نیک سمجھتا ہے خود۔ کیا فطرت بھی بدلی ہے جو ___ جب اس نے میرے وجود کو حاصل کیا۔ دل بھر گیا تو پھر سے پچھتاوا۔ ایک بار پھر اس نے مجھے استعمال کیا اور میں اس کی نیک نیتی پر ایمان لے آئی اور یہ مجھے کتنا مزے سے بے وقوف بنا گیا۔" ایک بار پھر اسے رونا آنے لگا تھا۔ وہ شدت سے رو رہی تھی۔ روتے روتے کب وہ اندر آیا اسے پتا ہی نہ چلا تھا۔ اسے یوں روتا دیکھ کر وہ اس کے پاس آیا تھا۔

"پاگل کر دو گی مجھے قریب آؤں تو بھاگتی ہو۔ دور جاؤں تو روتی ہو کیا کروں میں۔" بیڈ پر لیٹ کر ٹانگیں لٹکائے وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے خود پر گراتا بولا تھا۔ وہ سیدھی ہو کر بیٹھی تو وہ اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر بولا۔

"کب یقین آئے گا تمہیں کہ تم سے عشق کرتا ہوں میں۔ میں چاہے گھر میں ہوں یا آفس میں، دوستوں کے پاس ہوں یا کہیں بھی میرے دماغ، میرے

دل میں تم ہی تم ہوتی ہو۔ تم تنگ کرتی ہو مجھے۔ میں مریض بنتا جا رہا ہوں تمہارا، میرا علاج تمہارے پاس ہے پاگل ہو رہا ہوں۔ سب کہتے ہیں کہ میں پہلے جیسا نہیں رہا میں پہلے جیسا نہیں رہا۔ تمہارے عشق نے مجھے پہلے جیسا نہیں رہنے دیا۔ یہ کیسی سزا دی مجھے تم نے کہ اپنے عشق میں مبتلا کر دیا۔ نہ میں جی رہا ہوں نہ مر رہا ہوں۔ میرے عشق کی انتہا کو تم سمجھ نہیں پا رہی ہو۔ کیا کروں۔ تم چاہو تو جان دوں تمہارے لیے تاکہ تمہیں یقین آئے کہ کلیدان واقعی تم سے عشق کرتا ہے۔" اس کی آنکھوں میں اس نے نمی دیکھی تھی۔ وہ کیا سوچ رہی تھی اور وہ کیا کہہ رہا تھا۔ ایک بار پھر گناہ۔

"کیا میرا وجود گناہ کی لذت کا عادی ہوتا جا رہا ہے۔" اسے اپنے وجود سے نفرت ہونے لگی۔ اس کے رونے میں شدت آ گئی تھی۔ وہ اپنے ہاتھوں سے اس کے آنسو صاف کرنے لگا تھا۔

"میری ماں اس لیے تو کہتی ہیں کہ بیوی نے جادو کر دیا ہے تم پر، سچ کہتی ہیں وہ۔" دروازے پر دستک ہوئی تو وہ آنسو صاف کرتی یکلخت اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"آ جاؤ۔" اندر آنے والا سنی تھا۔

"ناشتا۔" اس نے سوالیہ انداز میں کہتے ہوئے ماں سے کہا تھا۔

"آؤ میں بنا کر دیتی ہوں۔" وہ اس کے ساتھ نکل گئی تھی جبکہ وہ بھی اٹھ کر کپڑے بدلنے واش روم گیا تھا۔

☆ ☆ ☆

وہ اس کی ماں سے ملنے گیا تھا۔ وہاں جا کر اس نے اسے ساری بات سچ سچ بتا دی تھی۔ وہ اپنے ضمیر کے بوجھ سے خود کو آزاد کر آیا تھا اور جب یہ بات اس نے اسے بتائی تو وہ کچھ لمحے تک تو کچھ بول ہی نہ پائی تھی۔ تب اس نے بات بدلتے ہوئے کہا تھا۔

"امی کے گھر چلیں۔" وہ نفی میں سر ہلانے لگی۔

"وہ کیوں۔"

"مجھے ڈر لگتا ہے۔" وہ الماری میں کپڑے رکھ رہی تھی ساتھ ہی اس کو بالکل منع کر گئی تھی۔

"کس بات سے ڈر لگتا ہے۔" اس کا لہجہ استفہامیہ تھا۔

"لوگوں کو فیس کرنے سے۔" اس کے جواب نے اک پل کے لیے اسے بالکل خاموش کر دیا تھا۔

"میں ہوں نا۔" اس نے اس کے قریب جا کر اس کے ہاتھ سے کپڑے لے کر الماری میں رکھ دیے تھے اور الماری بند کر کے اس کا ہاتھ پکڑے اسے اپنی جانب متوجہ کر کے کہا تھا۔

"لیکن اگر کسی نے کچھ پوچھا اور میں ... مجھے ڈر لگتا ہے۔ میں ... نہیں کر سکتی فیس سب کو۔" وہ روہانسے لہجے میں بولی تھی۔

"میں ہوں نا پھر تم کس بات سے ڈرتی ہو۔" اس نے دھیرے سے کہا تھا۔

"میں تم سے ہی ڈرتی ہوں۔" اس کی بات نے ششدر کر دیا تھا۔ وہ کچھ ثانیے اسے تکتا رہا پھر بولا۔

"وضاحت کرو۔" وہ خاموش رہی تھی۔

"تم سے کہہ رہا ہوں وضاحت کرو۔"

"مجھے نہیں پتا۔" وہ کہہ کر مڑنے لگی تھی کہ اس نے ایک جھٹکے سے اسے کھینچ کر اپنے سامنے کھڑا کیا تھا۔

"تمہیں مجھ پر شک ہے۔ میرے عشق کو تم فضول سمجھتی ہو اور مجھے بے وقوف۔" وہ چپ رہی تو وہ مزید بولا تھا۔

"پاگل ہوں میں جو..."

"میں نے ایسا نہیں کہا۔" وہ دھیرے سے بولی تھی۔

"مجھے بے رخی کی موت مت مارو سمجھیں تم۔" وہ سنجیدگی سے کہتا چلا گیا تھا پھر سارا دن گھر نہیں آیا تھا۔ وہ رات کے کھانے پر اس کا انتظار کرتی رہی مگر وہ نہیں آیا۔ سنی کو کھانا کھلا کر اسے سلا کر وہ کمرے میں مضطرب سی چکراتی پھر رہی تھی۔ وہ بار بار اس کا سیل نمبر ملا رہی تھی وہ ہنوز بند تھا۔ رات جانے کس پہر وہ آیا تھا۔

"کہاں تھے تم۔" وہ خاموشی سے شرٹ کے بٹن کھولتا شوز اتار کر چپ چاپ لیٹ گیا تھا۔

"تم سے پوچھ رہی ہوں کہاں گئے تھے۔" وہ کروٹ لے کر لیٹ گیا تھا۔ اسے شرٹ سے کھینچ کر کہنے لگی۔

"تمہیں سنائی نہیں دے رہا۔ کیا کہہ رہی ہوں میں۔" وہ رخ موڑ کر اسے دیکھنے لگا۔

"کہاں تھے تم۔"

"سونے دو گی۔"

"نہیں۔" اس نے قطعیت سے کہا۔

وہ آنکھیں بند کرنے لگا تو ایک بار پھر اس نے شرٹ کھینچ کر اس کو آنکھیں کھولنے پر مجبور کیا تھا۔

وہ بادل ناخواستہ اٹھ کر بولا۔

"کہاں گیا تھا میں سنو گی۔ تو سنو میں مسجد سے آرہا ہوں وہاں میں بیٹھا اللہ سے یہی فریاد کر رہا تھا کہ یا تو مجھے ختم کر دے یا میرے عشق کی تکمیل کر دے۔ میرے عشق کو قبولیت دے۔ تمہارے دل میں میرے لیے محبت پیدا کر دے۔ میں مر رہا ہوں۔" وہ رونے لگا تھا۔

"کیا ہوتا جا رہا ہے مجھے میں نے دل میں مصمم ارادہ کیا تھا کہ میں اب اس وقت تک یہاں نہیں آؤں گا جب تک تم میرے عشق کی انتہا کو نہ سمجھو۔ لیکن پھر ___ لیکن ___ میں نہیں رہ سکا تمہارے بنا۔ تم مجھ پر شک کرتی ہو کہ میں تم سے فلرٹ ___ مجھ سے محبت نہ کرو پر میری محبت پر شک مت کرو۔ میں نہیں رہ سکتا تمہارے بنا۔" وہ کیا کہہ رہا تھا۔ وہ کیا سمجھ رہی تھی۔ وہ تو یہ سمجھ رہی تھی کہ اتنی رات کو وہ شاید کہیں ___ یہ کیا سوچا اس نے۔

آج پہلی بار وہ بے ساختہ اس کے سینے سے لگی زار و قطار رونے لگی تھی۔ جبکہ وہ حیرت زدہ سا جیسے جم گیا تھا۔ وہ رو رہی تھی اور اس کے ہاتھ کو بوسہ دینے لگی تھی۔ اس مرد کی دعا قبول ہو گئی تھی۔ اس عورت کے دل میں محبت کی کلی کھلنے لگی تھی۔

☆ ☆ ☆

وہ لان میں بیٹھے کسی غیر مرئی نقطہ کو تکتے جانے کن خیالوں میں گم تھی جب اس کی گاڑی کے ہارن پر یکدم سے خیالوں کی دنیا سے باہر نکل آئی تھی۔ آج ثنا نے جو اسے باتیں سنائی تھیں اس کے بعد سے وہ غائب دماغی کی کیفیت میں گھر گئی تھی۔

"تم جیسی عورتیں ہی ہوتی ہو جو امیر لڑکوں کو پھانس کر ان سے شادیاں کر لیتی ہو لیکن یاد رکھنا کلید ان کل بھی میرا تھا اور آج بھی میرا ہے۔ دیکھتی ہوں تم کیسے اسے تاحیات حاصل کر پاتی ہو۔ وہ میرا نہ ہوا تو میرا نام ثنا حشمت نہ ہو گا یاد رکھنا تم۔" وہ بہت کچھ کہتی گئی تھی۔ اس کے الفاظ کے کوڑے اس کے جسم پر ___ کاری ضرب کی طرح لگے تھے۔ گاڑی سے نکل کر وہ سیدھا اس کے پاس آیا تھا۔ اسے دیکھ کر وہ اٹھ گئی تھی۔

"یہاں کیا کر رہی ہو۔" بنا جواب دیے وہ رخ موڑ کر چل پڑی۔ وہ بھی اس کے پیچھے پیچھے چل پڑا تھا۔ وہ نوٹ کر رہا تھا وہ ہنوز خاموش ہی رہی تھی۔ چائے بنا کر اسے دینے آئی تو وہ پھر بول پڑا۔

"بیٹھو میرے پاس۔" وہ بجائے بیٹھنے کے جانے لگی تو اس نے ایک بار پھر اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"بیٹھو نا کیا کہہ رہا ہوں۔" اب کی بار وہ مڑ کر اس کے قریب بیٹھ گئی تھی۔

"کیا بات ہے۔ تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے نا۔" اس کے خاموش رویے سے بہت سنجیدگی و رنجیدگی جھلک رہی تھی۔

"ثنا آئی تھی۔"

"اوہ۔" اب اسے اس کی سنجیدگی کی وجہ سمجھ میں آئی تھی۔

"کیا کہا اس نے۔"

"جو کہنا چاہیے تھا۔"

"غلط کہا اس نے۔"

"جسے زخم لگا ہوتا ہے وہ دراصل ٹھیک ہی بولتا ہے پر سننے والوں کو وہ غلط ہی لگتا ہے۔" وہ اٹھنے لگی تو وہ پھر بولا۔

"بیٹھو میں نے ابھی جانے کو نہیں کہا۔"

"کیا کروں میں تمہارے ساتھ بیٹھ کر، مجھے اچھا نہیں لگتا تمہارے ساتھ بیٹھنا۔ تمہیں پتا ہے وہ کیا کہہ رہی تھی وہ یہ کہہ رہی تھی کہ میں نے تمہیں چھینا ہے ـــــ اور وہ تمہیں مجھ سے چھین لے گی۔ تم اس کے ہو۔ تو جاؤ اس کے پاس، تمہیں بھی محبت ہے نا اس سے۔ تمہاری منگیتر تھی نا وہ۔

وہ تمہاری شہ پر یہاں آئی ہوگی تم دونوں چاہ رہے ہوگے۔" روتے روتے الفاظ اٹکنے لگے تھے۔

"تم میری زندگی میں ہو یا نہ ہو مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔" وہ چلائی تھی۔

"پر مجھے پڑتا ہے۔" کپ ٹیبل پر رکھ کر وہ نہایت پرسکون انداز میں بولا تھا۔

"اور تمہاری زندگی میں میرے ہونے یا نہ ہونے پر بھی فرق پڑتا ہے۔ اٹھارہ سال کی عمر میں، میں نے جو تمہارے ساتھ کیا وہ تم آج تک بھولی نہیں ان بارہ سالوں میں تمہاری زندگی میں میں ہی تو رہا ہوں۔ ہاں گناہ کی صورت مجرم کی صورت پر تم یہ بات مان لو کہ میں ہی تمہاری زندگی میں ہوں۔"

"تم وہ بات مجھے پھر سے یاد دلا رہے ہو۔" اس نے بے یقین نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"وہ ایک حقیقت ہے تم یہ کیوں مان نہیں لیتیں کہ جو ہوا اچھا نہیں ہوا پر اس کو بھلانا اچھا ہے۔ تم کیوں ایک نارمل انسان کی طرح نہیں جینا چاہتیں۔ میں کب تک کہوں تم سے کہ تم پاک ہو تمہاری مرضی نہیں تھی سب قصور میرا ہے تم کب یہ سمجھو گی۔ تم ان سب باتوں کو بھول کیوں نہیں جاتیں۔ تمہیں بہت سے لوگ بہت کچھ کہیں گے کیا تم اس طرح ہر ایک کی بات پر ری ایکٹ کرو گی۔ کس کا نقصان کرو گی۔"

"اپنا کروں گی۔ تمہیں تو خوشی ہوگی نا۔" وہ اس پر چلائی تھی۔ وہ جس ڈپریشن کی شکار رہی تھی اس سے فی الوقت جلد نکلنا ممکن نہ تھا۔ پر وہ یہ یقین رکھتا تھا کہ وہ جلد ہی اسے اس کیفیت سے نکال لے گا۔

"ثنی کہاں ہے۔" وہ اس کی توجہ ہٹانے کو بولا تو اس نے تیز آواز میں تقریباً چلاتے ہوئے کہا۔

"مجھے نہیں پتا۔"

"تمہیں مجھ پر ترس نہیں آتا۔" وہ اس کا چہرہ اٹھاتے ہوئے براہ راست اس کی آنکھوں میں دیکھتا بولا تھا۔

"ثنا کو آتا ہے جاؤ اس کے پاس۔" اس نے بڑے سخت الفاظ میں کہا تھا۔

"تمہیں اس کا غصہ ہے۔"

"نہیں۔"

"تو پھر اتنی بپھری ہوئی کیوں ہو۔" وہ شہادت کی انگلی اس کے ہونٹوں پر پھیرتے ہوئے دھیمے لہجے میں بولا تھا۔ اس نے انگلی ہٹانی چاہی تو وہ کہنے لگا۔

"میں ثنا کو منع کروں گا وہ تم سے آئندہ ملے گی ہی نہیں۔" اس نے اپنی پیش قدمی جاری رکھی تھی۔ اب کی بار اس نے نہایت جارحانہ انداز میں دیکھتے ہوئے قدرے کرخت لہجے میں کہا۔

"کیا آج کل بہت ملتے ہو دونوں۔" اس کی بات پر اس کے لبوں پر بے ساختہ مسکراہٹ در آئی تھی۔

"جلن ہو رہی ہے۔" اس کے بالوں کو ہلکے سے جھٹکا دیتے ہوئے وہ ہنوز مسکرائے جا رہا تھا۔

اس کے الفاظ نے اسے متحیر کر دیا تھا۔ کیا وہ اتنے شدید رد عمل کا شکار تھی تو کیا یہ وجہ تھی۔ کیا وہ سچ مچ جلن کی شکار ہو رہی تھی۔ کیا وہ اس شخص کو کسی کے ساتھ شیئر نہیں کر سکتی۔ لیکن کیوں کیا واقعی وہ اس سے ـــــ کیا اس کے دل میں اس کی محبت تمام تر سچائی کے ساتھ پنپ رہی تھی۔ وہ اس کے چہرے پر نظریں جمائے حیرت زدہ تھی۔

"کیا دیکھ رہی ہو صحیح کہہ رہا ہوں نا۔" وہ اس کی لٹوں سے کھیلنے لگا تھا۔

"جواب دو، ہو رہی ہے جلن، ہو گئی نا مجھ سے محبت۔ کرتی ہو نا مجھ سے محبت، کب تک انکار کرو گی۔" وہ نظریں جھکا کر جانے کارپٹ پر کیا تلاشنے لگی تھی۔

”دیکھو مجھے اور کہو کہ تم مجھ سے محبت نہیں کرتیں۔“ وہ اس کا چہرہ اٹھا کر اس کی آنکھوں میں دیکھ کر کہنے لگا۔

”مجھے کام ہے۔“ وہ خود پر سے اس کے ہاتھ ہٹاتے ہوئے اٹھنے لگی لیکن اس نے اسے اٹھنے نہ دیا تھا۔

”کیا سمجھتی ہو۔ کہو گی نہیں تو۔ دیکھنا جیت میری ہوگی۔“ اس کے اس جملے پر وہ یکدم سے سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگی تھی۔ ہاں وہ سچ کہہ رہا تھا۔ آج تک وہی تو جیتتا آ رہا تھا۔ وہ ہر منزل پر جیت گیا تھا۔ وہ تو ہارتی ہی آئی تھی۔ اپنی عزت‘ اپنے رشتے‘ محبت‘ سکون‘ لڑکپن‘ سب کچھ وہ اسے ہمیشہ ہراتا آیا تھا۔ اسے سوچ میں ڈوبا دیکھ کر وہ یکدم بولا تھا۔

”میرا یہ مطلب نہیں تھا۔“ جانے کیوں اسے اس پل اس پر شدید غصہ آیا تھا۔ تبھی قطعی انداز میں بولی تھی۔

”نہیں کرتی محبت۔“ اس کے جواب پر ایک پل کو تو وہ حیران ہوا تھا پھر کچھ لمحوں بعد مسکرایا تھا۔

”کبھی تو کرنے لگو گی۔“ وہ ناامید نہیں تھا۔

”اگر کبھی نہ کروں تو۔“ اس نے دوبدو جواب دیا۔

”تو میری قسمت۔“ اسی پل اس نے اسے خود سے الگ کیا تھا اور اٹھ کر سنی کے روم کی طرف چلا گیا۔ وہ اسے جاتا دیکھتی رہی تھی۔ وہ اسے نہیں بتانا چاہتی تھی کہ وہ اسے جیتتا نہیں دیکھ سکتی۔

”کیا ہو رہا ہے۔“ سنی ہوم ورک کر رہا تھا وہ اس کے پاس بیٹھ کر اسے ہوم ورک میں مدد دینے لگا۔ ساتھ ہی اس کی ذہنی رو بہت منتشر سی تھی۔ وہ آج تک اس کو سمجھ نہ پایا تھا۔ وہ بہت مختلف تھی۔ آج تک اس کا جتنی عورتوں سے واسطہ پڑا تھا ان سب سے بہت مختلف اس نے اپنی زندگی میں اس جیسی عورت نہیں دیکھی تھی اس نے اسے جاب سے منع کیا تو وہ اس پر چڑھ دوڑی کہ وہ جاب نہیں چھوڑے گی۔ وہ چپ رہا تھا۔

اس نے نوٹ کیا تھا کہ جس بات کی اسے توقع ہوتی کہ وہ مان جائے گی اس پر اس کا رد عمل بہت مختلف ہوتا۔ اسے کب کون سی بات اچھی لگے گی یا بری لگے گی وہ آج تک صحیح جان نہ پایا تھا۔ قصور اس عورت کا نہیں تھا ایسا کرنے میں ہاتھ اس مرد کا تھا وہ تسلیم کرتا تھا۔ آج کل وہ اس کے ساتھ کھانا کھاتی تھی اور ایسا اس نے خود کیا تھا۔ اگر وہ اسے کہتا تو وہ ہرگز اس کے ساتھ نہ کھاتی۔

رات کو وہ تینوں کھانا کھا رہے تھے۔ وہ بالکل خاموشی سے کھا رہا تھا جبکہ سنی ماں کے ساتھ جانے کن باتوں میں مشغول تھا۔ کھانا کھا کر وہ اپنے کمرے میں چلا گیا تھا۔ سب کاموں سے فارغ ہو کر وہ کمرے میں آئی تو وہ اسے بیڈ پر بیٹھا کوئی کارڈ پڑھتے نظر آیا۔ اسے دیکھتے ہوئے اس نے فوراً کارڈ بند کر کے تکیے کے نیچے رکھ دیا تھا اس نے دیکھا تھا ایک کارڈ نہیں تھا بہت سے کارڈز تھے جو اس نے تکیے کے نیچے چھپا دیے تھے۔ وہ لیٹ کر ٹیبل لیمپ آف کر کے کروٹ لے کر سونے لگا تھا کہ چند لمحوں بعد اس نے تکیے کے نیچے سے اسے کارڈز نکالتے دیکھا۔

”مجھے دے دو۔“ اس نے اٹھ کر کہا تھا۔ وہ جانے لگی تو اس نے ہاتھ پکڑ کر اس کے ہاتھ سے سارے کارڈز لے لیے تھے۔

”دو مجھے کارڈز۔“ وہ غرائی تھی۔

”سو جاؤ۔“ وہ پھر سے لیٹ گیا تھا۔

”صحیح کہتی تھی نا میں۔ اس کی محبت تمہارے دل سے گئی ہی نہیں تم مجھے کیوں پڑھنے دو گے۔“ اسے چپ لیٹے دیکھ کر وہ تلملاتی ہوئی آ کر اپنی جگہ پر لیٹ گئی وہ غصے سے لال بھبھوکا ہو رہی تھی۔

”آخر ہے نا کمینہ انسان۔ دکھا دی اپنی اوقات۔“

رات بھر غصے سے اسے نیند نہیں آئی تھی۔

صبح اٹھی تو وہ اسے کمرے میں نظر نہ آیا۔ آج صبح کی نماز بھی قضا ہو گئی تھی کہ رات بھر جاگتی رہی تھی۔

وہ اسے پورے گھر میں نظر نہ آیا تو وہ باہر لان میں گئی۔ وہ لان میں ہی بیٹھا تھا۔ وہ اس کے پاس گئی کچھ جلے ٹکڑے نظر آ رہے تھے وہ سوچوں میں مستغرق تھا یعنی اس نے کارڈز جلا ڈالے تھے۔

"مجھ سے چھپا نہ سکے تو جلا ڈالے۔" وہ ترشی سے بولتی اس کے سامنے آئی تھی۔

گہری سوچ سے نکل کر وہ اسے سرسری دیکھتا اٹھ کر اندر جانے لگا۔

"تم سے میں کیا کہہ رہی ہوں سن رہے ہو یا نہیں۔" وہ اس کے پیچھے چلتے ہوئے اس کے سامنے آ کر چلا پڑی تھی۔ اسے سامنے ڈٹے دیکھ کر وہ کچھ پل تو اسے دیکھتا رہا پھر اس کی سائیڈ سے نکل کر اندر گیا۔ وہ اندر آئی تو وہ اسے چابی لیے باہر آتا دکھائی دیا۔

"رکو بات سنو میری۔" وہ چلائی۔ پر وہ رکا نہیں ایک بار پھر باہر آیا۔ گاڑی میں بیٹھ کر گھر سے نکلتا چلا گیا۔ پھر وہ اس دن گھر آیا ہی نہیں۔ رات کو بھی وہ نہیں آیا پھر آیا تو اگلی شام کو اسے آتا دیکھ کر اس سے پہلے کہ کچھ بولتی اس نے لاؤنج میں بیٹھے سنی کو اندر کمرے میں جانے کو کہا تھا۔ پھر خود بھی اس کے ساتھ چل دیا تھا۔ جیسے تیسے کھانا تیار کر کے اس نے ٹیبل پر لگایا تھا۔ کھانا کھا کر وہ ایک بار پھر سنی کے پاس اس کے کمرے میں چلا گیا تھا۔

وہ اس کے ساتھ کیرم بورڈ کھیل رہا تھا۔ اسے ہنستا دیکھ کر اسے آگ لگی تھی۔ وہ ڈبل گیم تھا۔ وہ اس کے ساتھ ڈبل گیم کھیل رہا تھا وہ غصہ سے سوچے جا رہی تھی۔

جب اس سے رہا نہ گیا تو وہ آ کر اپنا غصہ سنی پر نکالنے لگی۔

"صبح تمہیں اسکول نہیں جانا کیا سو جاؤ اب۔"

"یہ ابھی نہیں سوئے گا ہم کھیل رہے ہیں۔" اس نے سنی کو سونے سے روکا تھا۔

"سنی سو جاؤ اب۔" اس نے سختی سے کہا تھا۔

"سنی پہلے کھیلیں گے۔"

"اٹھو اور سو جاؤ۔" وہ اسے ہاتھ سے پکڑ کر اٹھانے لگی۔ وہ اس کا ہاتھ ایک جھٹکے سے ہٹاتا بولا۔

"جاؤ یہاں سے۔"

"نہیں جاؤں گی پہلے یہ سوئے گا تو جاؤں گی۔" وہ اپنی ازلی ضد پر اڑ گئی تھی۔

"تو بیٹھی رہو یہ نہیں سوئے گا۔" اس کے پرسکون انداز نے اسے زمین پر گویا پٹخ دیا تھا۔

"یہ میرا بیٹا ہے یہ وہ کرے گا جو میں کہوں گی۔" وہ چلائی تھی۔ وہ ہنوز اسے اپنے ساتھ لگائے کھیل رہا تھا۔

"پاپا مجھے نیند آ رہی ہے میں سوؤں گا۔" سنی نے گویا بات ہی ختم کر دی تھی۔ بیڈ پر لیٹ کر اس نے گڈ نائٹ کہا تو وہ بھی بادل ناخواستہ اٹھ کر اسے کمبل اوڑھا کر دروازہ بند کر کے اپنے کمرے میں آ گیا تھا۔ وہ اس سے پہلے ہی نکل گئی تھی۔ اب کمرے میں بھی نظر نہیں آ رہی تھی۔ وہ ڈپریشن کی مریضہ تھی وہ کچھ بھی کر سکتی تھی یہ سوچ اس پر حاوی ہوئی تو وہ اپنے کمرے سے نکل کر اسے ڈھونڈتا ہوا باہر آیا۔ وہ لان کی دودھیا لائٹ میں بیٹھی رو رہی تھی۔

"اٹھو۔" اس کے پاس آ کر وہ سخت لہجہ میں بولا تھا۔

"میں مروں یا جیوں اس سے تمہیں کیا۔" وہ چلائی تو وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے کھینچ کر کھڑا کر کے کہنے لگا۔

"چلو ٹھنڈ ہے یہاں۔"

"نہیں جانا مرنے دو مجھے اس ٹھنڈ میں کم از کم موت کے بعد تو سکون ملے گا نا یہ کیا زندگی ہے جس میں تم جیسے دوغلے کے ساتھ جینا پڑ رہا ہے۔ تم گھٹیا انسان ہو۔ فراڈ ہو تم مجھے دھوکہ دے رہے ہو۔ مجھے الو بنا کر گلچھرے اڑاتے ہو۔ تم اپنی خصلت سے باز کب آئے۔ میں نے تمہیں غلط سمجھا ان کارڈز کو کیوں جلایا مجھ سے چھپانے کے لیے۔" وہ اس کا ہاتھ پکڑے تیز تیز قدموں سے چلتا اسے کھینچتا جا رہا تھا۔

"میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گی۔ سمجھے تم۔" وہ چلائی وہ اسے کمرے میں لے آیا اور دروازہ بند کر کے صرف اتنا بولا۔

"دو دن باہر کیا رہا تم تو آپے سے ہی باہر ہو گئیں۔ اب مجھے یقین ہے کہ تم مجھ سے محبت ہی نہیں شدید محبت کرنے لگی ہو۔" اسے اس کے چہرے پر سکون اترتا دکھائی دیا تھا اسے ایک بار پھر شدید غصہ آیا

تھا۔

"نہیں ہے۔" کچھ توقف بعد بولی۔

"جو میں پوچھ رہی ہوں اس کا جواب دو۔۔۔ تم نے مجھ سے کارڈز اس لیے چھپائے تاکہ تم اب بھی اس۔۔۔ تمہارے دل میں چور ہے۔۔۔ تم۔۔۔ دوغلے ہو۔۔۔ تم مجھے دھوکہ نہیں۔۔۔" اسے لگ رہا تھا کہ وہ اس کی اس حالت سے حظ اٹھا رہا تھا۔ وہ مسلسل مسکرائے جا رہا تھا۔

"میں تمہاری کسی بات کا جواب اس وقت تک نہیں دوں گا جب تک تم یہ اعتراف نہ کرو کہ ہاں تم واقعی مجھ سے محبت کرتی ہو۔ تم واقعی مرتی ہو مجھ پر۔" وہ بڑے اطمینان سے جگ سے پانی گلاس میں انڈیلتا بولا تھا۔ پھر پانی پی کر اس نے گلاس سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا تھا۔ وہ ہوش و حواس سے بیگانی محسوس ہو رہی تھی۔ وہ اب بھی رو رہی تھی۔

"وہ کارڈز میں نے اس لیے جلائے تاکہ تم مجھ پر شک نہ کرو کہ میں ثنا کی محبت میں رکھے بیٹھا ہوں۔ ثنا میری منزل نہیں ہے۔ تمہیں کسی قسم کی تکلیف نہ دینے کا سوچ کر ہی میں نے وہ کارڈز جلائے تھے۔ جسے تم کچھ اور سمجھ بیٹھیں اور یہ دو دن میں اس لیے تم سے دور رہا تاکہ میں یہ دیکھ سکوں کہ تم کتنا یاد کرتی ہو مجھے کتنا مس کرتی ہو مجھے۔" یہ کیا کہہ رہا تھا۔ ہاں ایسا ہی تھا اس نے ان دو دنوں میں ہر پل ہر لمحہ سوچا ہی تو تھا۔ یاد کیا۔۔۔ تھا۔ چاہے وہ کسی صورت میں ہی ہو۔ یعنی وہ ہر لمحہ اسے ہی سوچتی ہے اب بھی اس کے رونے میں شدت آنے لگی تھی۔

"مجھے لگ رہا ہے میں پاگل ہو رہی ہوں۔" وہ دبے دبے لہجے میں کہہ رہی تھی۔

"ہاں تو ہو جاؤ۔ میں چاہتا ہی یہی ہوں کہ تم میری محبت میں پاگل ہو جاؤ۔" وہ بیڈ پر بیٹھی تھی۔ وہ بھی اس کے قریب بیٹھ گیا تھا۔

ایک بار پھر وہ گناہ گار ہوئی تھی۔ ایک بار پھر اس نے اس پر شک کیا تھا۔ اسے گالیاں دی تھیں۔ اسے دوغلا کہا تھا۔ وہ کیوں اس پر اعتبار نہیں کر سکی تھی۔ کیا اس شخص کی گناہ معاف ہوئی اور میری نہیں۔ کیا میں بہت گناہ گار ہوں جو اب بھی گناہ سے بھرا دامن لیے بیٹھی ہوں۔ یا میں۔۔۔ کیا ہوں میں اور کیا ہے یہ۔۔۔ یہ احساس گناہ مجھے پاگل کر رہا ہے تو اب یہ مطمئن ہے اور میں کیونکہ میں نے اپنا معاملہ اللہ پر نہیں چھوڑا اور یہ شخص اس لیے مطمئن ہے کہ اس نے اپنا معاملہ اللہ پر چھوڑ دیا ہے۔ میں اب تک انتقامی کیفیت میں ہوں میں کیا ہوں۔ گندگی کا ڈھیر شرافت کے لبادے میں گندگی کا ڈھیر۔" وہ اپنی آنکھیں صاف کرنے لگی۔

"تم مجھ سے تنگ آ گئے ہو۔"

"اچھا یہ خبر کس نیوز پر تھی۔" وہ مسکرا رہا تھا۔

"میں جاب چھوڑ رہی ہوں۔"

"تمہاری مرضی۔" چند ثانیے تو وہ چپ رہی پھر بولی۔

"پتا نہیں میں نے کیوں تم سے اتنا غلط کہا۔ میں۔۔۔ میں نے جو غلط باتیں کیں وہ۔۔۔ تم جو کرتے ہو مجھے اس میں کچھ غلط ہی دکھتا ہے۔ پتا نہیں میں کیوں۔۔۔ مجھے اپنی سمجھ نہیں آتی۔۔۔ شاید میں پاگل ہو رہی ہوں۔۔۔ شاید میں بہت گناہ گار ہوں اس لیے۔۔۔ یا شاید۔"

"تم بہت اچھی ہو اس لیے۔" اس نے اس کے چہرے پر کچھ تلاشنا چاہا پھر کچھ سوچ کر چپ رہی۔

"ایسا کرتے ہیں کہ نہیں چلتے ہیں۔ ٹھیک ہے نا۔"

"سنی کے اسکول میں ایگزیمز ہیں۔" اس نے دھیمے سے کہا تھا۔

"اسے امی کے گھر چھوڑ دیں گے جب اس کے ایگزیم ہو جائیں تو پھر کبھی ایک اور پروگرام بن جائے گا۔" اس نے اس کا دھیان ہٹانے کو کہا تھا۔

☼ ☼ ☼

صوفیہ کی شادی میں اس نے دل کھول کر حصہ لیا تھا۔ وہ ہر فنکشن میں گئی تھی۔ اس کے چھوٹے بہن بھائی اب اس کے آنے پر خوش ہی ہوتے تھے۔ جبکہ ماں اب اس سے بول لیتی تھی۔ اس کے لیے اتنا ہی

تھی تھا لیہ وہ اس سے بات کر سکی تھی۔ وہ چھ دن سے ادھر ہی تھی وہ گھر میں کافی بور ہوتا تھا۔ رات کو سیل فون پر وہ اس سے کہہ رہا تھا۔

"تم کب ختم ہو گی شادی۔"

"اتوار کے دن لیکن میں پیر کو آؤں گی۔ اتوار کو تم سنی کو لے جانا کہ اسے سکول جانا ہو گا۔" وہ تفصیلاً آگاہ کرتی بولی تھی۔

"میں آؤں آج۔" اس نے بڑی آس سے کہا تو وہ کچھ کہتے کہتے رکی پھر گویا ہوئی۔

"تمہاری مرضی۔" وہ اسے نہ نہیں کہہ سکی تھی۔ اس کا بے دلی سے کہا جملہ اسے بہت کچھ کہہ گیا تھا۔

"چلو اتوار کے دن ہی سنی کو لینے آؤں گا۔" یہ کہتے ہی اس نے سیل فون بند کیا تھا۔

اتوار کے دن ولیمہ سے فارغ ہوتے ہی اس نے اسے فون کیا تھا۔

"سنی کو لینے آرہے ہیں آپ۔"

"ہاں راستے میں ہی ہوں۔"

اسی دن ریڈ کام کے سوٹ میں وہ بہت کھلی کھلی لگ رہی تھی وہ اسے جس طرح دیکھ رہا تھا اسے لگا کہ اگر کسی نے دیکھا تو بہت شرمندگی ہو گی اسی سوچ کے باعث وہ زیادہ دیر اس کے پاس نہیں بیٹھی۔ وہ سنی کو لے کر چلا گیا تھا۔

شام تک وہ عجیب و غریب کیفیت میں گھری رہی تھی۔ جس کی سمجھ اسے خود نہیں آرہی تھی۔ اسے کیا ہوا تھا اسے لگا کہ جیسے اس کے جسم میں خون کی گردش رک گئی ہو۔ جیسے دل اپنی دھڑکن بھولنے لگا ہو۔ اسے لگا اگر وہ کچھ پل مزید رکی تو اس کا سانس بند ہو جائے گا۔ اور زندہ نہ رہے گی۔ اگر زندہ نہ رہے گی تو۔۔۔ تو اس شخص کو کیسے بتائے گی کہ وہ اس سے محبت کرنے لگی ہے شدید محبت اسے خود پر حیرت ہونے لگی۔ وہ اس شخص سے محبت کرنے لگی تھی جو۔۔۔ جس نے اسے تباہی کے سوا کچھ نہ دیا تھا آخر اس شخص کی محبت میں گرفتار ہو ہی گئی تھی اللہ اس پر اتنا مہربان ہے کہ اس مرد کو برتری ہی دے رہا ہے اس پر اور اگر آج اس کے

بیوٹی بکس کا تیار کردہ

سوہنی ہیئر آئل

SOHNI HAIR OIL

☆ گرتے ہوئے بالوں کو روکتا ہے۔

☆ نئے بال اگاتا ہے۔

☆ بالوں کو مضبوط اور چمکدار بناتا ہے۔

☆ مردوں، عورتوں اور بچوں کے لئے یکساں مفید۔

☆ ہر موسم میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔

سوہنی ہیئر آئل

قیمت =/80 روپے

12 جڑی بوٹیوں کا مرکب ہے اور اس کی تیاری کے مراحل بہت مشکل ہیں لہذا یہ تھوڑی مقدار میں تیار ہوتا ہے، یہ بازار میں یا کسی دوسرے شہر میں دستیاب نہیں، کراچی میں دستی خریدا جا سکتا ہے، ایک بوتل کی قیمت صرف =/70 روپے ہے، دوسرے شہر والے منی آرڈر بھیج کر رجسٹرڈ پارسل سے منگوالیں، رجسٹری سے منگوانے والے منی آرڈر اس حساب سے بھجوائیں۔

1 بوتل کے لئے ---------- =/100 روپے

2 بوتلوں کے لئے ---------- =/180 روپے

3 بوتلوں کے لئے ---------- =/270 روپے

نوٹ: اس میں ڈاک خرچ اور پیکنگ چارجز شامل ہیں۔

منی آرڈر بھیجنے کے لئے ہمارا پتہ:

بیوٹی بکس، 53، اورنگزیب مارکیٹ، سیکنڈ فلور، ایم اے جناح روڈ، کراچی

دستی خریدنے والے حضرات سوہنی ہیئر آئل ان جگہوں سے حاصل کریں

بیوٹی بکس، 53، اورنگزیب مارکیٹ، سیکنڈ فلور، ایم اے جناح روڈ، کراچی

مکتبہ عمران ڈائجسٹ، 37، اردو بازار، کراچی۔

فون نمبر: 32735021

وجود میں سانس نہ رہے اور وہ ختم ہو جائے تو کیا اسے پتا بھی نہ چلے گا کہ وہ اس سے محبت کرنے لگی ہے۔

کیونکہ اللہ اس کا ساتھ دے رہا ہے۔ اللہ نے اسے اس کی محبت میں گرفتار کیا ہے۔ تو کیا وہ بنا اسے بتائے مر جائے گی۔ جانے اسے کیا ہوا فوراً" سامان سمیٹ کر ظفر سے ٹیکسی کے لیے کہنے لگی۔ پھر ان کو ٹال کر وہ سیدھی گھر آگئی تھی۔

وہ لاؤنج میں بیٹھا سنی کو ہوم ورک کروا رہا تھا۔ اسے دیکھ کر اسے شدید حیرت ہوئی تھی۔ اس کی حیرت بھری نگاہوں کو نظر انداز کرتی وہ سامان کمرے میں رکھنے اندر گئی تھی۔ کچھ پل بعد وہ بھی اس کے پیچھے آیا تھا۔

"اگر آنا تھا تو ہمارے ساتھ ہی آجاتیں۔" وہ اس سے نظریں نہ ملا پا رہی تھی۔

"کیا بات ہے؟" اس کی خاموشی محسوس کرتے ہوئے اس نے سوال کیا تھا۔

"میں ۔۔۔" وہ ہکلائی۔

"میں پتا نہیں ۔۔۔" وہ گھبرا رہی تھی۔

"کیا بات ہے کھل کر کہو اتنی گھبرائی ہوئی کیوں ہو۔" وہ سامان ادھر ادھر رکھتے جانے کس غائب دماغی کی کیفیت میں تھی۔

"کچھ کہہ رہا ہوں۔ کوئی مسئلہ ہے تو بتاؤ۔" ایک پل کو رک کر اس نے براہ راست اس کی آنکھوں میں دیکھا تھا پھر فوراً" نظر جھکا دی تھیں۔

اس ایک پل میں اس شخص نے اس عورت کی نظروں میں پوشیدہ مفہوم جان لیا تھا۔ لیکن بنا کچھ کہے وہ مڑ کر جانے لگا تو وہ یکدم سے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگی۔

"میں نے آپ سے بات کرنی ہے۔"

"ہاں تو کہو۔" اس نے الجھن آمیز انداز میں کہا تھا۔

"میں آئی یہاں ۔۔۔ آپ کے لیے ۔۔۔ میں ۔۔۔ میں نے سوچا کہ آپ گھر پہ ۔۔۔ تو میں۔"

"کچھ اور بھی کہو گی کہ بس۔" اس نے بے زاری سے کہا تھا۔

"مجھے تم سے محبت ہے۔" اس کے الفاظ نے اس شخص کو بت بنا دیا تھا۔

☆ ☆ ☆

برف میں گھرا یہ علاقہ اپنے حسن سے ہر ایک کو مرعوب کرتا ہے۔ وہ بھی اس حسین علاقے میں برف کے پہاڑ پر بیٹھے گویا ہر غم سے آزاد اس حسن کو اپنی آنکھوں میں جذب کر رہے تھے۔

"یہ دیکھو برف پگھل رہی ہے۔" وہ اسے کہنے لگا۔

"ہاں ہر چیز پگھلتی ہے۔" وہ کہنے لگی۔ برف کا گولہ بنا کر اس نے اس پر پھینکا تو جواباً" اس نے بھی ایک گولہ بنایا اور بولی۔

"میں بدلہ لوں گی۔"

"یہ لو۔" اس نے اپنی شرٹ کے کالر نیچے کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں لے رہی۔" اس نے برف کا گولہ نیچے پھینک دیا۔ دونوں ہاتھ درخت پر باندھے ایک پاؤں درخت پر جمائے درخت سے ٹیک لگائے وہ اسے دیکھنے لگا۔ وہ اس کے پاس آکر اس کے شانے پر سر رکھ کر اس کے دل پر انگلی پھیر کر کچھ لکھنے لگی۔ وہ مدہوش سا ہونے لگا۔ پاس سے گزرتی لڑکیاں لڑکے ہوٹنگ کرنے لگے۔ وہ جھینپ گیا۔ وہ بھی سر اٹھا کر جھینپ گئی۔ پھر بے اختیارانہ بولی۔

"جل رہے ہیں۔" اس کی بات پر اس کا قہقہہ دور جاتے ان لڑکے لڑکیوں تک با آسانی پہنچ گیا۔ وہ پلٹ کر تحیر زدہ سے دیکھنے لگے۔ ان کے دیکھنے پر بھی اس کی ہنسی نہیں تھم رہی تھی۔

"تم بڑی عجیب ہو۔" وہ دلکشی سے ہنستے ہوئے کہنے لگا جبکہ وہ پرسکون سے انداز میں کہنے لگی۔

"میں بازلہ گلبدان ہوں۔"

digest novels lovers group ❤❤

☆ ☆